۳۸

مخلصین جماعت احمدیہ سے جانی اور مالی قربانیوں کے مزید مطالبات

(فرمودہ ۳۰-نومبر ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں احباب کے سامنے اس تحریک کے جو میرے نزدیک اُس فتنہ کا مقابلہ کرنے کیلئے ضروری ہے جو اِس وقت جماعت احمدیہ کے خلاف مختلف جماعتوں کی طرف سے کھڑا کیا گیا ہے، چھ حصے ایسے بیان کئے تھے جن کے ذریعہ سے اس مخالفت کا سدِّباب کیا جاسکتا ہے اور سلسلہ کی ترقی کے راستہ سے روکوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔ میں نے بعض نئے کام تجویز کئے تھے تاکہ ان کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ کی اشاعت کو وسیع کیا جائے اور تبلیغ کیلئے نئے مقامات تلاش کئے جائیں۔ اس کیلئے میں نے ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ کی اپیل کا اعلان کیا تھا۔ اصل مخاطب اِس اپیل کے تو وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ سَو روپیہ یا سَو سے زائد رقم دینے کی توفیق دے لیکن چونکہ خداتعالیٰ نے غرباء کے دلوں میں قربانی کا زیادہ مادہ رکھا ہوتا ہے بلکہ وہ تو اپنی ذات میں مجسّم قربانی نظر آتے ہیں کیونکہ ان کی ساری عمر ہی قربانی میں گزر جاتی ہے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان کو اس ثواب میں شمولیت سے محروم رکھوں اس لئے چاروں سکیموں کے متعلق جن میں سے ایک پندرہ ہزار کی ہے، دوسری دس ہزار کی اور دو اڑھائی اڑھائی ہزار کی۔ غرباء کیلئے اس رنگ میں رستہ کھولا کہ جو چاہے کسی ایک میں یا ایک سے زیادہ میں یا سب میں شریک ہوسکے۔ یعنی پندرہ اور دس ہزار

کی تحریکوں میں دس دس روپے دے کر اور اڑھائی اڑھائی ہزار کی تحریکوں میں پانچ پانچ روپے ادا کر کے خواہ کسی ایک میں، خواہ دو میں، خواہ تین میں اور خواہ چاروں میں شامل ہوجائے۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ زیادہ تر اسی طبقۂ جماعت نے توجہ کی ہے۔ گو ابھی تحریک قادیان کی جماعت تک ہی پہنچی ہے اور باہر وہ خطبہ کل یا آج تک پہنچا ہوگا اور وہ بھی قریب کے شہروں اور دیہات میں ورنہ بہت سے علاقوں میں وہ خطبہ ایک ہفتہ بعد اور بعض جگہ دو تین ہفتہ کے بعد پہنچے گا اس لئے اس خطبہ کے پورے جواب کی دو ماہ سے کم اور ہندوستان سے باہر سے تین چار ماہ سے کم انتظار کی مدت نہیں ہوسکتی۔

پس میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ جن کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی ہے، وہ توفیق نہیں جو کمزور انسان قربانی سے بچنے کیلئے تجویز کرتا ہے، بلکہ وہ توفیق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک قربانی کیلئے کافی ہے وہ اس خطبہ کا کیا جواب دیں گے۔ مگر میں سمجھتا ہوں جماعت احمدیہ کے غرباء کا طبقہ جو اصل میں مخاطب نہیں، اگر قادیان کی جماعت کے لحاظ سے اندازہ لگایا جائے تو وہ اس چندہ میں بھی دوسروں سے بڑھ جائے گا۔ گو جنہوں نے دس دس یا پانچ پانچ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے وہ سارے کے سارے ایسے نہیں ہیں جو قطعی طور پر دس یا پانچ دینے والوں میں شامل کئے جائیں ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کو دس یا پانچ سے زیادہ دینے کی توفیق ہے مگر کئی ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جو کچھ دیا ہے انہیں اتنا دینے کی بھی توفیق نہ تھی۔ اسی سلسلہ میں بعض عورتوں نے مجھ سے پوچھا ہے کہ ہم بھی اس تحریک میں حصہ لینا چاہتی ہیں مگر ہمیں اتنی توفیق نہیں کہ دس یا پانچ روپے یکمشت ادا کرسکیں۔ ہمارے ملک میں رواج یہی ہے کہ عام طور پر عورتوں کو خرچ نقد نہیں دیا جاتا بلکہ کھانے پینے کی اشیاء اور پہننے کا کپڑا خرید کر دے دیا جاتا ہے سوائے شہری خاندانوں کے۔ پس اس میں شبہ نہیں کہ اکثر عورتیں ایسی ہیں جو دس روپے یا پانچ روپے یکمشت نہیں دے سکتیں مگر انہوں نے خواہش کی ہے کہ انہیں بھی اس ثواب میں شامل ہونے کا موقع دیا جائے اور یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ ایک ایک یا دو دو روپیہ ماہوار کر کے ادا کردیں۔ عورتوں کا یہ جوش اور یہ اخلاص یقیناً قابلِ شکریہ بھی ہے اور قابلِ قدر بھی۔ قابل شکریہ تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے اس طبقہ کو بھی جو کمزور اور ضعیف ہے، دین کیلئے قربانی کرنے کا شوق اور طاقت بخشی ہے اور قابلِ قدر اس لئے کہ خدا تعالیٰ کیلئے کام کرنا ہر مومن کا ذاتی فرض ہوتا ہے اور جو بھی اس

کام میں اس کا ہاتھ بٹاتا ہے اس کی اسے قدر کرنی چاہئے۔

پس میں نے عورتوں کے اخلاص کی قدر کرتے ہوئے انہیں یہ تجویز بتائی کہ جس طرح قادیان میں بھی اور باہر بھی کمیٹیاں ڈالی جاتی ہیں اور جن کے نام کا قُرعہ نکلے' ان کے نام سے ان تحریکوں میں رقم جمع کرادیں۔ مثلاً اگر ایک سَو یا دوسَو عورتیں ان تحریکوں میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتی ہیں تو وہ سب مل کر کمیٹی ڈال لیں اور اس میں روپیہ روپیہ یا دو دو روپے دیتی رہیں ہر ماہ جتنی رقم جمع ہو اس کیلئے قُرعہ ڈال لیں۔ مثلاً اگر سَو روپے کی رقم ہو تو دس دس روپے کے قُرعے جن دس عورتوں کے نام نکلیں ان کی طرف سے اس تحریک میں جمع کرادیں اسی طرح اگلے مہینے اَور دس عورتوں کے نام جمع کرادیں۔ اگر مردوں میں سے بھی بعض غرباء اس رنگ میں حصہ لینا چاہیں تو وہ بھی ایسا کرسکتے ہیں مگر ضروری ہوگا کہ دس کی رقم یا پانچ کی رقم اگر اس تحریک میں حصہ لے جس کیلئے کم سے کم پانچ روپے کی رقم مقرر ہے خزانہ میں یکمشت جمع کرائی جائے۔ گو اصل مخاطب ان تحریکوں کے آسودہ حال لوگ ہیں مگر یہ رستہ ان کیلئے کھُلا ہے جو ثواب حاصل کرنے کی شدید خواہش رکھتے ہیں اور کسی نیک کام میں بھی دوسروں سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک دفعہ غرباء نے آپ سے شکایت کی کہ یارسول اللہ! ہم جہاد کیلئے جاتے ہیں تو ہمارے اُمراء بھائی بھی جاتے ہیں' ہم نمازیں پڑھتے ہیں تو وہ بھی پڑھتے ہیں' ہم روزے رکھتے ہیں تو وہ بھی رکھتے ہیں' ہم ذکرِالٰہی کرتے ہیں تو وہ بھی کرتے ہیں مگر مشترک ضرورتوں اور دینی کاموں کیلئے جب مال دینے کا وقت آتا ہے تو وہ دیتے ہیں ہم نہیں دے سکتے' وہ زکوٰۃ دیتے ہیں مگر ہم نہیں دے سکتے' وہ صدقہ وخیرات کرتے اَور غرباء کی مدد کرتے ہیں مگر ہم نہیں کرسکتے۔ غرض وہ کئی قسم کے ثواب حاصل کرتے ہیں مگر ہم محروم رہتے ہیں اور ان کو ہم پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ ہم ثواب کے کاموں میں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ یَارَسُوْلَ اللہ! ہمیں بتائیں ہم کیا کریں تاکہ ان کی طرح ثواب حاصل کرسکیں۔ یہ جوش اور یہ سوال بتاتا ہے کہ سچی مخلص جماعتوں میں یہ سوال نہیں پیدا ہوا کرتا کہ فلاں ایسانہیں کرتا' اس لئے ہم بھی ایسا نہیں کرتے بلکہ یہ جوش پایا جاتا ہے کہ فلاں مومن میں فلاں نیکی پائی جاتی ہے' ہم وہ نیکی کس طرح حاصل کریں۔ جب کسی جماعت کے اکثر افراد میں یہ جذبہ پایا جاتا ہے تو وہ اعلیٰ معیار کی جماعت کہلاتی ہے لیکن جس قوم میں اس قسم کے سوالات پیدا ہوں کہ فلاں نے غلطی کی

تھی، اسے نہیں پکڑا گیا پھر ہمیں کیوں گرفت کی جاتی ہے یا یہ کہ فلاں شخص فلاں نیکی اور ثواب کا کام نہیں کرتا تو ہم کیوں کریں وہ تباہ ہوجاتی ہے کیونکہ اس قسم کے عُذرات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس قوم کی نظر آگے بڑھنے والوں اور ترقی کرنے والوں کی طرف نہیں ہوتی بلکہ کمزوروں اور پیچھے رہنے والوں پر ہوتی ہے۔ حالانکہ جس قوم نے آگے بڑھنا ہوتا ہے وہ آگے والوں کو دیکھتی ہے اور جس نے پیچھے ہٹنا ہوتا ہے وہ پیچھے رہنے والوں کو دیکھتی ہے اور جس قوم کی نظر آگے کی طرف ہوتی ہے، وہی ترقی کرتی ہے اور جس کی نظر پیچھے کو ہوتی ہے وہ تنزل کے گڑھے میں گرتی ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض احمدی کہلانے والے بھی یہ سوال کرتے ہیں کہ فلاں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے اور فلاں میں یہ تو پھر ہمیں اس کمزوری کی وجہ سے کیوں گرفت میں لایا جاتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک دین کی خدمت کرنا اور دین کیلئے قربانی کرنا ایک چٹی ہے جسے اسی صورت میں برداشت کیا جاسکتا ہے کہ ہر ایک شخص کو اس میں شامل کیا جائے نیکی، اعلیٰ مقصد نہیں جس کے حصول کیلئے دوسروں سے بڑھنے کی خواہش کی جائے۔ مگر صحابہ میں وہ جوش تھا کہ ان میں سے غرباء نے رسول کریم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ ہم کس طرح ثواب حاصل کرنے میں امراء کا مقابلہ کرسکتے ہیں اور وہ کیا طریق ہے کہ ہم نیکی حاصل کرنے میں ان سے پیچھے نہ رہیں۔ رسول کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کیا میں تمہیں ایسی ترکیب بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو امراء سے کئی سو سال پہلے جنت میں داخل ہوجاؤ۔ انہوں نے عرض کیا یَارَسُوْلَ اللہ! وہ کیا ترکیب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ تم ہر نماز کے بعد ۳۳۔۳۳ دفعہ تسبیح و تحمید اور ۳۴ بار تکبیر کہہ لیا کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کرنا شروع کردیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے جو جذبہ قربانی اور ایثار کا اُس وقت کے غرباء میں پایا جاتا تھا وہی امراء میں بھی موجود تھا انہوں نے ٹوہ لگائی کہ رسول کریم ﷺ اور غرباء میں کیا بات چیت ہوئی۔ آخر انہیں پتہ لگ گیا کہ رسول کریم ﷺ نے ان کو ایک ایسا گُر بتایا ہے کہ جس پر عمل کرنے سے وہ اس ثواب کے بھی حقدار ہوجائیں گے جس میں وہ پہلے شریک نہ ہوسکتے تھے اور انہوں نے بھی وہ نسخہ معلوم کرلیا اور پھر اس پر عمل کرنا شروع کردیا۔ یہ دیکھ کر غرباء پھر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یَارَسُوْلَ اللہ! آپ امراء کو منع کردیں کیونکہ انہوں نے بھی وہی کرنا شروع کردیا ہے جو آپ نے ہمیں بتایا تھا۔ یہ سن کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا جسے خداتعالیٰ نیکی کرنے کی توفیق دے اسے میں

نہیں روک سکتا۔

حقیقی جذبۂ قربانی یہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ان کے حسّاس اور اخلاص سے بھرے ہوئے دلوں کو ٹھیس سے بچانے کیلئے میں نے ان کو قربانی کرنے کا طریق بتادیا ہے۔ کئی غرباء ایسے ہیں کہ انہوں نے دس روپیہ والی تحریک میں حصہ لے کر سَو دوسَو، چار سَو دینے والوں سے بھی بہت بڑی قربانی کی ہے۔ مثلاً مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض ایسے لوگ جنہوں نے دس روپے دیئے ہیں انہوں نے سارے ماہ کی آمدنی دے دی ہے۔ اور بعض جنہوں نے بیس روپے دیئے ہیں ان کی سارے مہینہ کی آمدنی بیس روپے ہی تھی۔ گویا انہوں نے ایک مہینہ کی ساری کی ساری آمدنی دے دی۔ اب اگر چار سَو ماہوار کمانے والا ایک سَو روپیہ دیتا ہے یا پانچ سَو ماہوار کمانے والا ایک سَو کی رقم پیش کرتا ہے تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ وہ اپنی آمدنی کا ۱/۴ اور ۱/۵ حصہ دیتے ہیں حالانکہ ایسی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد جو لازمی ہوتی ہیں ان کے پاس زیادہ رقم بچتی ہے۔ مین نے غرباء اور امراء کا مقابلہ اس رنگ میں بھی کیا ہے کہ جس چیز کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا اس پر ان کا خرچ کتنا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک غریب شخص ہے جس کے کھانے والے پانچ کس ہیں۔ اگر فی کس کے حساب سے ڈیڑھ روپیہ ماہوار کا آٹا رکھا جائے تو صرف آٹا ساڑھے سات روپے کا ہوا اور اگر اس کی ماہوار آمد بیس روپے ہو تو گویا ۱/۳ رقم سے زیادہ اس کی آٹے پر صرف ہوتی ہے اور اگر پکوائی وغیرہ کو مدنظر رکھ لیا جائے تو گویا اس کی آمد میں سے ۴۵ فیصدی رقم خشک روٹی پر خرچ ہوجاتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر پانچ سَو ماہوار آمد والے شخص کے بھی پانچ کس ہی کھانے والے ہوں تو آٹے پر اس کی رقم بھی اتنی ہی خرچ ہوگی جتنی بیس روپے آمد والے غریب کی خرچ ہوتی ہے۔ اور اس طرح امیر کی صرف ڈیڑھ فیصدی رقم ایسی ضرورت پر خرچ ہوئی جس کے بغیر چارہ نہیں مگر غریب کی ایسی ضرورت پر ۴۵ فیصدی رقم صرف ہوگی۔ یہ کتنا بڑا فرق ہے اور غریب کی قربانی کو یہ کتنا شاندار بنادیتا ہے۔

غرض کئی غرباء ایسے ہیں کہ میں جانتا ہوں انہوں نے اس تحریک میں حصہ لے کر بظاہر مطلوبہ رقم کو زیادہ نہیں بڑھایا لیکن جماعت کے اخلاص اور جذبۂ قربانی میں بہت بڑا اضافہ کردیا ہے اور ایسی قیمتی چیز پیش کی ہے جسے ہم خداتعالیٰ کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ جس طرح ایک موتی کا کیڑا سمندر کی تہہ میں بیٹھ کر ایسا موتی تیار کرتا ہے جو بادشاہ کے سامنے پیش کیا

جاسکتا ہے' اسی طرح مومن سچے اخلاص سے جو کام کرتا ہے وہ موتی سے بھی زیادہ قیمتی ہوتا ہے کیونکہ وہی خداتعالیٰ کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ دین کیلئے ہر قربانی کرنے والی جماعت خداتعالیٰ کے سامنے وہی موتی رکھے گی جو سچا اخلاص دکھانے والوں اور حقیقی قربانی کرنے والوں نے تیار کئے ہوں گے۔ پس اعلیٰ قربانیوں کے ذریعہ جو روحانی موتی پیدا ہوتے ہیں وہی جماعت کی زیب و زینت کا موجب ہوتے ہیں۔ ایسے موتی تیار کرنے والے بظاہر پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور غربت کے ہاتھوں وہ اس حالت کو پہنچے ہوتے ہیں کہ کسی مجلس میں شامل ہوجائیں تو اس مجلس کی زینت نہیں سمجھے جاتے بلکہ یہ خیال کیاجاتا ہے کہ وہ مجلس کی حیثیت کو بگاڑنے والے ہیں۔ کئی اسی مزاج کے لوگ کہا کرتے ہیں کہ مجلس شوریٰ میں شمولیت کیلئے کئی غربت زدہ زمیندار آجاتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے اس مجلس کے سِوا ایک اور بھی مجلس ہونے والی ہے اور اُس مجلس میں ہم ہی شامل نہ ہوں گے بلکہ ہمارے باپ دادے اور ہماری آئندہ ہونے والی اولادیں بھی شامل ہوں گی حتیّٰ کہ آدم کی اولاد کے جتنے بچے پیدا ہوئے' وہ سارے کے سارے شامل ہوں گے اُس وقت ظاہری لباسوں اور دنیوی وجاہتوں کو پیش نہیں کیاجائے گا بلکہ ایک نئی چیز پیش کی جائے گی وہ چیز جو ایسی جگہ رکھی جاتی ہے کہ ہمیں نظر نہیں آتی یعنی وہ خداتعالیٰ کے خزانہ میں رکھی جاتی ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کام کا اچھا نتیجہ اِس دنیامیں مل رہا ہوتا ہے اور بُرا اُدھر یعنی اگلے جہان میں محفوظ کیا جارہا ہوتا ہے۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اچھا نتیجہ اُدھر جمع ہورہا ہوتا ہے اور بُرا اِس دنیا میں مل رہا ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے درمیان میں ایک پردہ پڑا ہو اور کچھ بیلنے لگے ہوں جن میں سے بعض کا منہ پردہ کے ایک طرف اور بعض کا دوسری طرف' بعض میں سے رس اِدھر گرتا ہو اور بعض میں سے اُدھر' بعض کا چھلکا ایک طرف گرتا ہو اور بعض کا چھلکا دوسری طرف۔ یہی حال انسانی اعمال کا ہوتا ہے بعض کا رس اِدھر یعنی اِس دنیا میں گرتا ہے اور چھلکا دارالاقامہ یعنی ہمیشہ کے گھر میں۔ اور بعض کا چھلکا اِس دنیا میں گرتا ہے اور رس اُدھر۔ جب لوگ مرکر اگلے جہان میں جائیں گے تو بعض سے کہا جائے گا کہ لو تمہارے اعمال کا چھلکا محفوظ ہے اسے دوزخ میں ڈال دیتے ہیں' اس سے تمہارے جلانے کیلئے اچھی آگ پیدا ہوگی۔ یہی چیز تمہاری طرف سے یہاں محفوظ رکھنے کیلئے آئی تھی حالانکہ وہ دنیا میں خوش ہورہے ہوں گے کہ انہوں نے اپنے لئے بہت اچھا رس پیدا کیا۔ اور کئی ایسے ہوں گے کہ دنیا

میں ان کو لوگ حقیر اور ذلیل سمجھتے ہوں گے مگر ان کے بیلنے کا منہ اگلے جہان کی طرف ہوگا اور اس میں سے نکلنے والے رس سے شکر اور کھانڈ بن رہی ہوگی- جب وہ وہاں جائیں گے تو اس کے ڈھیر ان کے سامنے لگادیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو یہ قند تمہارے اعمال نے تیار کیا تھا- اسے لو اور اپنا منہ میٹھا کرو- اِس دنیا میں ان کو ذلیل سمجھا جاتا تھا کیونکہ ان کے کام کا فُضلہ اِدھر گر رہا تھا اور رس اگلے جہاں میں- لیکن کچھ وہ لوگ جو یہاں معزز سمجھے جاتے ہونگے وہاں ذلیل ہوں گے کیونکہ ان کے اعمال کا فُضلہ وہاں جمع ہو رہا تھا اور رس اِس جہان میں-

اس دن جب کہ تمام اگلے پچھلے انسان جمع کئے جائیں گے اُمتیں انہی پر فخر کریں گی جنہیں دنیا کی مجلسوں میں ذلیل سمجھا جاتا تھا مگر جو اپنے اخلاص کی وجہ سے خداتعالیٰ کے نزدیک معزز تھے- اس مجلس میں وہی معزز قرار دیئے جائیں گے اور ہزاروں آدمی جو یہاں انہیں رشتہ دار سمجھنے کیلئے تیار نہیں' وہاں اپنے آپ کو ان کے قریبی رشتہ دار قرار دیں گے- قرآن کریم میں اس موقع کا کیا ہی عجیب نقشہ کھینچا گیا ہے- خداتعالیٰ فرماتا ہے- مومنوں کے ساتھ منافقوں کی ایک ایسی جماعت ہے جو قربانیوں میں شامل نہیں ہوتی اور وہ مومنوں سے کہتے ہیں تم مخلص ہو ہم منافق ہی سہی تم قربانیاں کرو ہم شریک نہیں ہوسکتے- فرمایا جب قیامت کے دن مومنوں کو نور دیا جائے گا جو جنت کی طرف راہنمائی کرے گا تو وہ لوگ جو دنیا میں مومنوں سے تمسخر کرتے تھے ٹھوکریں کھاتے ہوئے ان کے پیچھے چلتے ہوں گے اور عاجزانہ طور پر درخواست کریں گے کہ ہمیں بھی نور دے دو- چونکہ نور خداتعالیٰ ہی دے سکتا ہے اس لئے مومن ان سے کہیں گے یہ نور تمہیں نہیں دیا جاسکتا تم پیچھے مُڑو' وہاں سے ہی نور مل سکتا ہے [۲] - یعنی اُسی دنیا میں سے مل سکتا ہے جس سے تم نے حاصل نہیں کیا- پس یہ جو غرباء ہیں' ان کی رقوم سے گو کوئی معتدبہ زیادتی نہیں ہوئی مگر وہ جو اس کا نتیجہ جماعت کو ملنے والا ہے اور جو خداتعالیٰ کی طرف سے فضل کی صورت میں نازل ہونے والا ہے اس میں یقیناً ان کا بہت بڑا حصہ ہے- اور آسودہ حال لوگ تبھی ان کے برابر ثواب کماسکتے ہیں جبکہ رقم کی زیادتی کے ساتھ نہیں بلکہ نسبتی قربانی کے ساتھ ان کے برابر ہوجائیں- ورنہ وہ یاد رکھیں کہ خداتعالیٰ کے دین کے کام روپیہ سے نہیں ہوا کرتے بلکہ خداتعالیٰ کی طرف سے اخلاص کا جو نتیجہ پیدا کیا جاتا ہے اس کی وجہ سے کامیابی حاصل ہوتی ہے- ہمیں خداتعالیٰ کے

فضل سے جو نتائج حاصل ہو رہے ہیں ان کے مقابلہ میں ہمارے روپیہ کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ اس کی نسبت دشمن بہت زیادہ روپیہ خرچ کررہا ہے باوجود اس کے ہم روز بروز بڑھ رہے ہیں اور دشمن گھٹ رہے ہیں۔ یہ روپیہ سے نہیں ہو رہا بلکہ جس اخلاص سے ہماری جماعت کے مخلص روپیہ دیتے ہیں اس کے نتیجہ میں ہو رہا ہے۔ پس میں نے ایسے مخلصین کو ان تحریکات میں شمولیت سے محروم نہیں رکھنا چاہا۔ پھر میں نے کچھ ایسے لوگوں کیلئے پردہ پیدا کیا ہے جو زیادہ حصہ لے سکتے ہیں مگر ممکن ہے زیادہ رقم میں حصہ نہ لیں بوجہ اپنے بخل کے اور جو آج کم بُخل دور کرتا ہے ہوسکتا ہے کہ کل خدا تعالیٰ اسے اور زیادہ بُخل دور کرنے کی توفیق دے دے ایسے لوگ بھی ان تحریکوں میں شامل ہوجائیں اور اس طرح جماعت کا ایک حصہ ایمانی تباہی سے بچ جائے گا۔

کھانے وغیرہ کے متعلق گذشتہ جمعہ کے خطبہ میں مَیں نے جو کچھ کہا تھا کئی دوستوں نے اس کے متعلق سوالات کئے ہیں۔ بعض کا جواب تو میں نے خطبہ پر نظرثانی کرتے وقت دے دیا ہے۔ مگر ایک سوال ایسا ہے جس کے متعلق اب کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ کہا گیا ہے کہ بعض گھرانوں میں نوکروں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے' بعض لوگ غرباء اور یتامیٰ کو اپنے ہاں رکھ لیتے ہیں تا کہ وہ تھوڑا بہت کام کردیا کریں اور تعلیم حاصل کرتے رہیں' بعض کے ہاں یوں بھی ملازمین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اگر وہی کھانا جو وہ خود کھائیں ملازمین کو بھی دیں تو ان کا خرچ گھٹے گا نہیں بلکہ بڑھ جائے گا۔ حدیثوں میں غلاموں کے متعلق تو آتا ہے کہ جو کھانا خود کھاؤ' وہی ان کو بھی کھلاؤ[۳] لیکن غلام اور ملازم میں فرق ہے۔ غلام مجبور ہوتے ہیں کہ اپنے آقا کے ہاں ہی رہیں لیکن ملازم مجبور نہیں ہوتے۔ وہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو کھانا اچھا نہیں ملتا دوسری جگہ جاسکتے ہیں اس لئے جو لوگ ان کو اپنے جیسا کھانا نہیں دے سکتے وہ شرعی طور پر مجبور نہیں۔ اور اگر وہ ملازمین والا کھانا خود نہ کھانا چاہیں تو ان کیلئے الگ پکواسکتے ہیں لیکن اگر اس کھانے میں سے کھانا چاہیں جو ملازموں کیلئے پکایا جائے تو پھر اپنا کھانا ملازمین کو دے دیں۔ لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا[۴] چونکہ میرے مدنظر ہے اسلئے مَیں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ملازموں کو بھی وہی کھانا کھلاؤ جو خود کھاؤ۔ وہ لوگ جنہوں نے کئی ملازم رکھے ہوئے ہوں یا پرورش کے طور پر کچھ لوگوں کو رکھا ہوا ہو' ان کی مشکلات کو مدنظر رکھتا ہوا مَیں یہ نہیں کہتا کہ ان کے ہاں ایک ہی کھانا پکے جبکہ شریعت میں اس کیلئے کوئی پابندی نہیں ہے لیکن یہ

شرط ضرور لگاتا ہوں کہ وہ اس کھانے کو جو ملازمین وغیرہ کیلئے پکے خود استعمال نہ کریں اور اگر استعمال کریں تو جھجر کے ایک نواب صاحب کی طرح کریں جن کے متعلق کہتے ہیں کہ کھانا تیار ہونے کے بعد وہ باورچی کو بلا کر کہتے کہ تم نے میرے لئے جو سب سے اچھا کھانا پکایا ہے وہ لے آؤ۔ جب وہ لے آتا تو اپنے ایک خاص ملازم کو دے کر کہتے کہ یہ لے جاؤ اور کسی فوجی سپاہی کو دے کر اس کا کھانا لے آؤ اور اس طرح اس کا کھانا منگا کر کھالیتے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کھانے میں انہیں زہر نہ دے دیا جائے اس لئے ہر روز کسی نئے سپاہی کے کھانے سے اپنے کھانے کا تبادلہ کرلیتے لیکن بعض کا خیال ہے کہ وہ سپاہی منش تھے اور چاہتے تھے کہ سپاہیانہ روح قائم رہے اور کمزوری پیدا نہ ہو۔ مومن چونکہ نیک گمان رکھتا ہے ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ سپاہیانہ زندگی کے قیام کیلئے ایسا کرتے تھے۔ پس اگر کسی کو خواہش پیدا ہو کہ ملازم کیلئے جو کھانا پکا ہے' وہ خود کھائے تو اپنا کھانا اسے دے دے۔ یہ نہیں کہ ملازموں کے نام سے دوسرا کھانا تیار کرلیا جائے اور پھر اس میں خود بھی شرکت کرلی جائے۔ بعض لوگ پوچھتے ہیں کیا چٹنی کھانی جائز ہے۔ انہیں میں کہتا ہوں جو کام کرو اخلاص اور دیانت سے کرو۔ اس تحریک کی غرض اقتصادی حالت کا درست کرنا اور چسکوں سے بچانا ہے۔ پس اگر کسی دن طبیعت خراب ہوئی اور سادہ چٹنی کی ضرورت محسوس ہوئی تو اور بات ہے لیکن ان بہانوں سے منہ کے چسکے پیدا کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ انسان تحریک میں شامل ہی نہ ہو۔ پس کبھی کبھار اور ضرورتاً استعمال میں حرج نہیں ورنہ بہانہ خوری سمجھی جائے گی۔

اب میں ساتواں مطالبہ پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اِس وقت کی تبلیغی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر ان تمام مطالبات کے باوجود جو میں کرچکا ہوں ہماری تبلیغی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں اور پھر بھی ہماری مثال اُحد کے شہیدوں کی سی رہتی ہے کہ اگر کفن سے ان کے سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہوجاتے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے ہوجاتے[۵] کیونکہ اُس وقت اتنا کپڑا میسر نہ تھا جو پورا آسکتا۔ ہماری بھی اس وقت یہی حالت ہے ہم اگر ایک طرف توجہ کرتے ہیں تو دوسری جہت خالی رہ جاتی ہے اور اگر دوسری جہت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو پہلی خالی ہوجاتی ہے۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ تبلیغی کوششوں کی کوئی اور راہ بھی ہو۔ یعنی ایسی ریزرو فورس ہو کہ ضرورت پڑنے پر اس سے کام لے سکیں اور مبلغین کے کام کے

علاوہ اس کے ذریعہ اپنی ضرورتیں پوری کریں۔ سمجھ لو کہ اس وقت پنجاب میں جماعت کی تعداد ۵۶ ہزار ہی ہے جیسا کہ مردم شماری کی رپورٹ میں لکھا گیا ہے اسی نسبت سے سارے ہندوستان میں ایک لاکھ احمدی سمجھ لو۔ تب بھی ان میں سے دس ہزار عاقل بالغ مرد بوڑھے بچے اور عورتیں نکال کر ہوتے ہیں۔ یہ وہ کم سے کم تعداد ہے جو میسر آسکتی ہے۔ اس میں سے کم ازکم ایک ہزار سرکاری ملازم ہوں گے اور سرکاری ملازموں کو کچھ نہ کچھ رخصتیں ملتی ہیں۔ بعض اس قسم کے ملازم ہوتے ہیں کہ اگر ایک سال کی رخصت نہ لیں' دوسرے سال بھی نہ لیں تیسرے سال تین ماہ کی رخصت مل جاتی ہے۔ اگر چار سَو بھی ایسے ہوں جن کی رخصتیں اس طرح جمع پڑی ہوں یا قریب کے عرصہ میں جمع ہونے والی ہوں اور وہ سلسلہ کی خدمت کیلئے ان رخصتوں کو وقف کردیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایک سال کیلئے کام کرنے والے سَو مبلّغ مل گئے۔ ایسے اصحاب تین تین ماہ کی چھٹیاں لے لیں اور ان چھٹیوں کو سلسلہ کی خدمت کیلئے وقف کردیں۔ پھر ہم انہیں جہاں چاہیں تبلیغ کیلئے بھیج دیں۔ اگر چار سَو ایسے اصحاب اپنے آپ کو پیش کریں تو ایک سَو مبلغ سال بھر کام کرنے والے اور اگر دو سَو پیش کریں تو پچاس مبلغ سال بھر کام کرسکتے ہیں اور اس طرح تبلیغ کیلئے اچھی خاصی طاقت حاصل ہوسکتی ہے۔ ان کے متعلق میری سکیم یہ ہے کہ ان کو ایسی جگہ بھیجیں جہاں احمدی جماعتیں نہیں۔ اور جہاں تین ماہ ایک اکیلا احمدی رہے گا جس کا دن رات کام تبلیغ کرنا ہوگا ناممکن ہے کہ خداتعالیٰ کے فضل سے وہاں نئی جماعت نہ قائم ہوجائے۔ اگر دوسَو اصحاب بھی اپنے آپ کو پیش کردیں تو پچاس کو ایک وقت میں تبلیغ کیلئے پچاس نئے مقامات پر بھیج سکتے ہیں کہ وہاں تبلیغ کرو۔ اس طرح تین ماہ میں پچاس نئی جماعتیں قائم ہوجائیں گی۔ اگلے تین ماہ میں پچاس' اور پچاس مقامات پر بھیج دیں گے اس طرح خداتعالیٰ کے فضل سے ایک سال میں دو سَو مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوسکتی ہیں۔ خداتعالیٰ کے فضل سے ایک احمدی میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ جس طرح ڈائنامیٹ کے ذریعہ چٹان کو اُڑا دیا جاتا ہے اسی طرح احمدی کا وجود ڈائنامیٹ کی حیثیت رکھتا ہے جو تاریکی اور ظلمت کو مٹادیتا ہے' نئی فضا پیدا کردیتا ہے اور نیا ماحول بنادیتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جہاں نئی جماعت قائم ہوگی وہاں مخالفت بھی بڑھ جائے گی' لوگ پہلے سے زیادہ گالیاں دینے لگ جائیں گے' احمدیوں کو مارنے پیٹنے پر اُتر آئیں گے' زنگ آلود دلوں کے زنگ اور ترقی کریں گے اور ان کی روح کی موت اور بھیانک شکل اختیار

کرلے گی مگر باوجود اس کے ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہوجائے گا جس کے دل ہِل جائیں گے اور جس کی روح جُنبش میں آجائے گی اور خواہ کتنی ہی ہلکی ہو محبت الٰہی کی ایک باریک شُعاع اُڑ کر خدا کی محبت کے سورج میں جا جذب ہوگی- ایک سال میں دو سَو نئی جماعتوں کا قائم ہوجانا معمولی بات نہیں- اس طرح اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو چارپانچ سال میں ہی عظیم الشان تغیر پیدا ہوجائے گا- مبلغین کو ہم اس طرف نہیں لگاسکتے ان کی بہت تھوڑی تعداد ہے پھران کے ذمہ مباحثات اور جماعت کی تربیت کا کام ہے- ان کی مثال تو اُس دانے کی سی ہے جس کی نسبت کہتے ہیں کہ "ایک دانہ کس کس نے کھانا" تبلیغ کی وسعت کیلئے ایک نیا سلسلہ مبلغین کا ہونا چاہیئے اور وہ یہی ہے کہ سرکاری ملازمین تین تین ماہ کی چھٹیاں لے کر اپنے آپ کو پیش کریں تاکہ ان کو وہاں بھیج دیا جائے جہاں ان کی ملازمت کا واسطہ اور تعلق نہ ہو- مثلاً گورداسپور کے ضلع میں ملازمت کرنے والا امرتسر کے ضلع میں بھیج دیا جائے' امرتسر کے ضلع میں ملازمت کرنے والا کانگڑہ یا ہوشیارپور کے ضلع میں کام کرے گویا اپنے ملازمت کے علاقہ سے باہر ایسی جگہ کام کرے جہاں ابھی تک احمدیت کی اشاعت نہیں ہوئی اور وہاں تین ماہ رہ کر تبلیغ کرے-

میں سمجھتا ہوں وہ جماعت جو یہ کہتی ہے کہ وہ جان اورمال کی قربانیاں کرنے کیلئے ہر طرح تیار ہے' اس کیلئے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ اس میں سے چار سَو اصحاب ایسے نکلیں جو اپنی تین تین ماہ کی رخصت اپنے گھروں میں نہ گزاریں بلکہ دوسری جگہ دین کی خدمت میں صرف کریں- وہاں بھی وہ اپنے ملازمت کے کام سے آرام پاسکتے ہیں- ہاں زیادہ بات یہ ہوگی کہ وہاں ان کے ذریعہ جو جماعت قائم ہوگی اس کے نیک اعمال ان کے نامۂ اعمال میں بھی لکھے جائیں گے- رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو کسی کے ذریعہ ہدایت پاتا ہے اس کے نیک اعمال اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھے جاتے ہیں جس کے ذریعہ اسے ہدایت ملتی ہے[۶] - پس اس سکیم پر عمل کرنے سے ایسے شاندار نتائج نکل سکتے ہیں جو باقاعدہ مبلغین کے ذریعہ پیدا نہیں ہوسکتے اور ملک کے ہر گوشہ میں احمدیت کی صدا گونج سکتی ہے- ایسے اصحاب کا فرض ہوگا کہ جس طرح ملکانہ تحریک کے وقت ہُوا وہ اپنا خرچ آپ برداشت کریں- ہم اس بات کو مدنظر رکھیں گے کہ انہیں اتنی دور بھیجا جائے کہ ان کیلئے سفر کے اخراجات برداشت کرنے مشکل نہ ہوں اور اگر کسی کو کسی دور جگہ بھیجا گیا تو کسی قدر بوجھ اخراجاتِ سفر

کا سلسلہ برداشت کرلے گا اور باقی اخراجات کھانے' پینے' پہننے کے وہ خود برداشت کریں- ان کو کوئی تنخواہ نہ دی جائے گی نہ کوئی کرایہ سوائے اس کے جسے بہت دور بھیجا جائے-

آٹھواں مطالبہ وہ ہے جو پہلے شائع ہوچکا ہے یعنی ایسے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں جو تین سال کیلئے اپنی زندگیاں وقف کریں- اِس وقت تک سَوا سَو کے قریب نوجوان اپنے آپ کو پیش کرچکے ہیں جن میں سے تیس چالیس مولوی فاضل ہیں- باقی انٹرنس' ایف-اے اور بی-اے پاس ہیں- یہ تعداد روزانہ بڑھ رہی ہے- اور میں سمجھتا ہوں یہ قربانی کی روح کہ تین سال کیلئے دین کی خدمت کیلئے اپنے آپ کو وقف کیا جائے اسلام اور ایمان کے رُو سے تو کچھ نہیں لیکن موجودہ زمانہ کی حالت کے لحاظ سے حیرت انگیز ہے- وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں لوگ روپیہ حاصل کرنے کیلئے شامل ہوتے ہیں اگرچہ ان کی یہ بات بیوقوفی کی ہے کیونکہ اگر احمدی روپیہ کی خاطر احمدی ہیں تو انہیں روپیہ دیتا کون ہے- مگر یہ ان کی آنکھیں کھول دینے والی بات ہے کہ جب احمدی نوجوانوں کو تین سال کیلئے اپنے آپ کو وقف کرنے کیلئے بلایا گیا تو مولوی فاضل' انٹرنس پاس' ایف-اے اور بی-اے سینکڑوں کی تعداد میں اپنے آپ کو پیش کررہے ہیں- اس قسم کی مثال کسی ایسی قوم میں بھی جو جماعت احمدیہ سے سینکڑوں گُنے زیادہ ہو ملنی محال ہے- وہی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ آٹھ نَو کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمائندے ہیں ایسی مثال تو پیش کریں- وہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے ریاست کشمیر کے خلاف ایجی ٹیشن کے دوران میں ہزاروں آدمیوں کو قید کرادیا تھا لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا قید ہونے کیلئے اپنے آپ کو پیش کردینا اور بات ہے اور کسی مسلسل قربانی کیلئے پیش کرنا اور بات- فوری اشتعال دلا کر تو بُزدلوں کو بھی لڑایا جاسکتا ہے- بدر کی جنگ میں مکہ کے جو رؤساء شریک ہوئے' ان میں اکثر کا یہ خیال ہوگیا تھا کہ جنگ نہ ہو- انہوں نے کہا مسلمان بھی ہمارے ہی بھائی بند ہیں اگر جنگ ہوئی تو یہی ہوگا کہ ہم ایک دوسرے کو قتل کریں گے- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب لوگ تیار ہوگئے کہ صلح کرلیں مگر ابوجہل جو اس ساری شرارت کا رُوحِ رواں تھا' مخالفت کرنے لگا اور لوگوں نے اسے سمجھایا کہ جنگ کرنے سے ہماری طاقت بڑھے گی نہیں بلکہ گھٹے گی- ابوجہل نے اپنا منصوبہ بگڑتا دیکھ کر ایک رئیس جو مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عرصہ پہلے مارا گیا تھا اس کے بھائی بندوں میں جوش پیدا کرنا چاہا- دوسرے رؤساء نے انہیں بلا کر کہا کہ ہم میں دیت کا رواج ہے' ہم تمہارے مقتول کی دیت

ادا کر دیتے ہیں- اس پر وہ دیت لینے کیلئے تیار ہو گئے- تب ابو جہل نے اور شرارت کی- اس نے مقتول کے ایک بھائی کو بلا کر کہا کہ تمہارے بھائی کا بدلہ لئے بغیر فوج واپس لَوٹنا چاہتی ہے اگر ایسا ہوا تو تم کسی کو منہ نہ دکھاسکو گے- اس نے کہا پھر میں کیا کروں-

عرب میں یہ طریق تھا کہ جب کوئی اپنی مظلومیت اور مصیبت کی فریاد کرنا چاہتا تو ننگا ہو کر رونا پیٹنا اور واویلا کرنا شروع کردیتا ابو جہل نے کہا تم ننگے ہو کر پیٹنا شروع کردو- اس نے ایسا ہی کیا وہ ننگا ہو کر رونے پیٹنے لگ گیا- ایسی حالت میں جونہی اس نے کہا کہ میرا بھائی ایسا بہادر تھا' ایسا محسن تھا مگر آج اس کی بے قدری کی جارہی ہے اور کوئی اس کا انتقام لینے کیلئے تیار نہیں- تو اہلِ عرب جو احسان کی قدر کرنے میں مشہور تھے' انہوں نے تلواریں کھینچ لیں اور لڑائی شروع ہو گئی- وہ اسلام کیلئے تو عظیم الشان فتح کا دن تھا مگر جنہوں نے لڑائی کرائی' ان کیلئے کیسا دن تھا- اُس دن کفار کے تمام بڑے بڑے سردار مارے گئے[۷] اور جیسا کہ بائیبل کی پیشگوئی تھی کہ قیدار کی شوکت باطل ہوجائے گی[۸] - مکہ کی وادیوں میں رونے اور پیٹنے کے سِوا کوئی شُغل نہ رہا کیونکہ ہر خاندان میں سے کوئی نہ کوئی مارا گیا- تو فوری طور پر لڑادینا بالکل معمولی بات ہے اصل میں قربانی وہی ہوتی ہے جو لمبے عرصہ کیلئے ہو- پس وہ لوگ جو اپنے آپ کو آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمائندے کہتے ہیں' وہ بھی جماعت احمدیہ کی قربانی کے نمونہ کی قربانی پیش نہیں کرسکتے- وہ نوجوان جنہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے' ان کے متعلق آگے تجربہ سے پتہ لگے گا کہ کس قدر شاندار قربانیاں کرتے ہیں- مگر ان میں سے بعض نے ایثار اور اخلاص کا جو اظہار کیا ہے وہ ویسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بدر کے موقع پر دو انصاری لڑکوں نے یہ کہہ کر دکھایا تھا کہ ابو جہل کہاں ہے- اور جبکہ عبدالرحمٰنؓ ابھی اس حیرت میں تھے کہ انہوں نے کیا سوال کیا ہے اور وہ ابو جہل کی طرف انگلی سے اشارہ ہی کرنے پائے تھے کہ دونوں لڑکے کُود کر اُس پر جاپڑے اور اگرچہ وہ زخمی ہو گئے لیکن انہوں نے ابو جہل کو جاگرایا اور اُس کی گردن پر تلوار چلادی- اس کے اردگرد جو محافظ کھڑے تھے وہ دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے[۹] - بعض نوجوانوں نے ایسے ہی جوش کا اظہار کیا ہے وہ دین کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے اور ہر قسم کی تکلیف اُٹھانے کیلئے تیار ہیں- پھر یہ قربانی ایک دو دن کیلئے یا ایک دو ماہ کیلئے نہیں بلکہ مسلسل تین سال کیلئے ہے- میں نے بتایا تھا کہ بعض نوجوانوں کو ہندوستان سے باہر بھیجا جائے گا اور بعض کو ہندوستان میں ہی دورہ کیلئے بھیجوں گا-

بعض اور کے ذریعہ سے میں تجربہ کرنا چاہتا ہوں جماعت کے اخلاص کا' ان نوجوانوں کے اخلاص کا جو توکّل کرکے نکل کھڑے ہوں اور جو اتنی بھی فکر نہ کریں کہ کل کی روزی انہیں کہاں سے ملے گی وہ خداتعالیٰ پر بھروسہ کرکے چلے جائیں اور تبلیغ کرتے پھریں- اسی طرح جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ حواری نکلے تھے جنہیں کہا گیا تھا کہ اپنے پاس کچھ مت رکھو اور کل کی روٹی کی فکر نہ کرو پھر جہاں سے خداتعالیٰ انہیں کھلائے کھالیں اور جہاں سے پلائے پی لیں[10] - رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے ہر گاؤں کے لوگوں کیلئے ضروری ہے کہ جو مہمان آئے تین دن تک اس کی مہمانی کریں[11] - پس اگر کسی گاؤں کے لوگ انہیں کھلائیں تو کھالیں اور اگر نہ کھلائیں تو سمجھیں کہ اس گاؤں والوں نے اپنا حق پورا نہیں کیا- اس میں گاؤں والوں کا قصور ہوگا' مہمان بننے والوں کا نہیں-

بعض نوجوانوں کو میں اس طرح استعمال کرنا چاہتا ہوں اور بعض کیلئے اور طریق اختیار کروں گا- بہرحال ان کی آزمائش کی جائے گی اور دیکھا جائے گا کہ قربانی کے متعلق ان کے دعوے کیسے ہیں- میں امید کرتا ہوں ان کے دعوے ایسے نہیں ہوں گے جیسا کہ اپنے بازو پر شیر گُدوانے والے کا دعویٰ تھا- گودنے والے نے جب اس کے بازو پر سوئی ماری تو اس نے کہا کیا گودتے ہو؟ اس نے کہا دایاں کان گودتا ہوں وہ کہنے لگا کیا دائیں کان کے بغیر شیر رہتا ہے یا نہیں؟ گودنے والے نے کہا رہتا ہے- اس نے کہا پھر اسے چھوڑ دو آگے چلو- اس کے بعد جب اس نے سوئی ماری تو وہ پوچھنے لگا اب کیا گودتے ہو؟ اس نے کہا بایاں کان گودتا ہوں- کہنے لگا اگر وہ بھی کٹ جائے تو شیر رہتا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا رہتا ہے- وہ کہنے لگا اسے بھی چھوڑ دو- اسی طرح اس نے ہر ایک عضو پر کہا آخر گودنے والے نے سوئی رکھ دی اور کہنے لگا اب کوئی شیر نہیں رہتا- میں امید کرتا ہوں کہ جن نوجوانوں نے اپنے آپ کو دین کی خدمت کیلئے پیش کیا ہے ان کا پیش کرنا اس رنگ کا نہ ہوگا بلکہ حقیقی رنگ کا ہوگا اور میں سمجھتا ہوں کہ جو نوجوان میری سکیم کے ماتحت کام پر نہ لگائے جائیں ان میں سے بھی جو بیکار گھروں پر بیٹھے ہیں اور جو باہمت ہیں' انہیں خود بخود نکل جانا چاہیئے- وہ جائیں اور جہاں سے خدا انہیں دے کھائیں اور ساتھ تبلیغ کرتے رہیں- رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جہاں کوئی جائے' وہاں سے اسے تین دن تک کھانا کھانے کا حق ہے[12] - اب یہ اسلامی طریق جاری نہیں ورنہ ہوٹلوں وغیرہ کی ضرورت ہی نہ رہے- جہاں کوئی جائے وہاں کے لوگوں کا فرض ہو

کہ اسے کھانا دیں- اس قسم کا نظام تو جب خداتعالیٰ چاہے گا‘ قائم ہوگا اور اُسی وقت حقیقی امن دنیا کو حاصل ہوگا- آج کل تو موجودہ حالات پر ہی قناعت کرنی ہوگی- اس موجودہ گری ہوئی حالت میں بھی مَیں سمجھتا ہوں زمیندار طبقہ مہمان نوازی کے فرائض کو نہیں بھولا اور یہ آسمانی فقیر جہاں کہیں جائیں گے اول تو ضرورت نہ ہوگی کہ خود کہیں کہ کھانے کو دو لیکن اگر ضرورت پیش آئے تو ایسا کرنا بھی جائز ہے- صحابہ نے خود مہمانی مانگی- ایک جگہ کچھ صحابہ گئے تو وہاں ایک شخص ان کے پاس آیا اور آکر کہنے لگا کہ ایک آدمی کو سانپ نے ڈس لیا اس کا کوئی علاج جانتا ہے- ایک صحابی نے کہا میں جانتا ہوں مگر دس بکریاں لوں گا- چنانچہ دس بکریاں لے کر انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور وہ شخص اچھا ہوگیا- بعض ساتھیوں نے اس کے اس فعل پر اعتراض کیا اور بکریوں کی تقسیم رسول کریم ﷺ سے استصواب کرلینے تک ملتوی کی گئی- رسول کریم ﷺ کے حضور جب معاملہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا بالکل جائز ہے بلکہ تم ان بکریوں میں میرا حصہ بھی رکھو[۲] - رسول کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ میرا حصہ بھی رکھو اس غرض سے تھا کہ ان لوگوں کا شک دور ہوجائے- اور آپ کا بکریوں کو جائز[*] قرار دینا میرے نزدیک اس قدر دَم کرکے روپیہ لینے کی اجازت کیلئے نہ تھا جس قدر کہ یہ بتانے کیلئے کہ مہمانی مسافر کا حق ہے اور اگر کسی جگہ کے لوگ یوں مہمانی نہ دیں تو دوسرے جائز ذرائع سے اسے حاصل کیا جاسکتا ہے- مہمانی طلب کرنا سوال نہ ہوگا بلکہ حق ہوگا- ہماری جماعت یہ حق ادا کرتی ہے سینکڑوں غیراحمدی آتے اور لنگرخانہ سے کھانا کھاتے ہیں- ہم نے کبھی کسی کو منع نہیں کیا اور جب ہم ان کو مہمان نوازی کا حق دیتے ہیں تو ہمارے آدمی جاکر اگر یہ حق لیں تو یہ ناجائز نہیں ہے-

پس وہ ہمت اور جوش رکھنے والے نوجوان جو میری سکیم میں آنے سے باقی رہ جائیں وہ اپنے طور پر ایسے علاقوں میں چلے جائیں جہاں احمدیت ابھی تک نہیں پھیلی اور وہاں دورہ کرتے ہوئے تبلیغ کریں- چند معمولی دوائیں ساتھ رکھ کر عام بیماریوں کا جن کے علاج میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا علاج بھی کرتے جائیں- ایسا معمولی علاج انہیں سکھایا جاسکتا ہے اور ارزاں ادویہ مہیا کی جاسکتی ہیں- یہ مزید ثبوت ہوگا اس بات کا کہ ہمارے نوجوان دین کے متعلق اپنی ذمہ داریاں سمجھتے ہیں اور انہیں خودبخود ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اس قسم کے لوگ کسی جماعت میں پیدا ہوجائیں تو خواہ وہ کتنی ہی کمزور اور کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو‘

دوسروں کو کھاجاتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے مومنوں کی جماعت کو سانپ قرار دیا ہے [۱۱]۔ اصلی سانپ میں یہ عیب ہوتا ہے کہ وہ عقل نہ ہونے کی وجہ سے ہر ایک کو کاٹ کھاتا ہے مگر جب ایک سپاہی دشمن پر گولی چلاتا ہے تو اس کے اس فعل کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیا اُس وقت وہ سانپ والا ہی کام نہیں کرتا، کرتا ہے۔ مگر بے قصور شخص کے متعلق نہیں بلکہ کُھلے دشمن کے متعلق، اس لئے قابل قدر سمجھا جاتا ہے۔ پس مومن کا کام دشمن کی طاقت کو توڑنا ہے اور اس کے فریب کے جال کو تباہ کرنا۔ مگر اس سے پہلے وہ خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے جب وہ ایسا کرلیتا ہے تو جو شخص ایسے مومن کے خلاف اٹھتا ہے وہ یا تو اس کے زہر سے مارا جاتا ہے یا اس کے تریاق سے بچایا جاتا ہے۔

نواں مطالبہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جو لوگ تین ماہ نہ دے سکیں کیونکہ بعض ایسے ملازم ہوتے ہیں جن کو اس طرح کی چُھٹی نہیں ملتی جیسے مدرّس ہیں یا جن کی تین ماہ کی رخصت جمع نہیں ہے یا جنہیں ان کا محکمہ تین ماہ کی رخصت نہ دینا چاہے ایسے لوگ جو بھی موسمی چُھٹیاں یا حق کے طور پر ملنے والی چُھٹیاں ہوں، انہیں وقف کردیں۔ ان کو قریب کے علاقہ میں ہی کام پر لگادیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں اگر دوست چُھٹیوں کو ہی معقول طریق پر تبلیغ میں صرف کریں تو تھوڑے عرصہ میں کایا پلٹ سکتی اور رنگ بدل سکتا ہے۔ ہر عقل مند کو ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ اپنی طاقت کو صحیح طور پر استعمال کرے اور جب ایسا ہو تو بہت سی چیزیں جو دوسری صورت میں وقت کو ضائع اور طاقت کو کم کرنے والی ہوتی ہیں، طاقت کو بڑھا دیتی ہیں۔ اب اگر ایک ہزار آدمی اس طرح تبلیغ کیلئے اپنی چُھٹیاں دے تو قریباً سَو مبلّغ ایک وقت میں کام کرنے والے مہیا ہوسکتے ہیں۔ اور اگر چارپانچ سال تک بھی یہ سلسلہ جاری رہے تو علاوہ مستقل مبلّغوں اور ان لوگوں کے جو انفرادی طور پر تبلیغ کا کام کرتے ہیں واضح تبدیلی پیدا کرسکتے ہیں۔ ان میں کھیتی باڑی کرنے والے لوگوں کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ دین کی تبلیغ کرنے کیلئے کسی مولوی فاضل یا انٹرنس پاس کی ضرورت نہیں۔ یہ شرط تو میں نے ممالکِ غیر میں بھیجنے والوں کے متعلق لگائی تھی ورنہ بعض پرائمری پاس بھی بہت اچھی لیاقت رکھتے ہیں اور مڈل پاس بھی۔ اور زمینداروں میں سے بھی ایف-اے، انٹرنس، مڈل اور پرائمری پاس مل سکتے ہیں۔ اس طرح اگر چار ہزار آدمی بھی کام میں لگ جائیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تین سَو سے بھی زائد مبلّغ ایک وقت میں کام کرنے والے نئے مل گئے۔ اتنے

مبلّغ اگر پنجاب میں لگادیئے جائیں جو دن رات تبلیغ کے سِوا اور کوئی کام نہ کریں تو غور کرو کتنا عظیم الشان کام ہوسکتا ہے۔ اصل سوال قربانی کے جذبہ اور ارادہ کا ہوتا ہے۔ اور سوائے روپیہ کے جس کام کا ارادہ کریں گے کہ یہ ہونا چاہیئے وہ ہونے لگ جائے گا۔ جس طرح خداتعالیٰ کُنْ کہتا ہے تو ہوجاتا ہے' اسی طرح خداتعالیٰ کے بندوں کو بھی یہ خاصیت دی جاتی ہے اور ان کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ ہم جو کُنْ کہنے والے کی جماعت ہیں ہمارے لئے بھی یہی ہے کہ جس کام کو ہم کہیں ہوجا' وہ ہوجاتا ہے۔ خداتعالیٰ نے اپنے کئی مخلص بندوں کو یہ رُتبہ دیا ہے کہ وہ جب کسی کام کے متعلق کہتے ہیں ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔ کئی دفعہ میرے پاس خط آتے ہیں کہ فلاں مقصد میں کامیابی کیلئے دعا کریں۔ میں جواب میں لکھتا ہوں کہ خداتعالیٰ آپ کا مقصد پورا کرے مگر لکھا جاتا ہے کہ خداتعالیٰ آپ کا مقصد پورا کرے گا۔ پھر خبر آتی ہے کہ مقصد پورا ہوگیا۔ کئی دفعہ "کرے گا" کے لفظ کو کاٹنے کو دل کرتا ہے لیکن تجربہ نے مجھے بتادیا ہے کہ وہ خداتعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے اب میں بہت کم ایسا کرتا ہوں۔

غرض اپنے متعلق اِلاَّ مَاشَاءَ اللّٰہُ خداتعالیٰ کا یہی تصرف دیکھا ہے کہ اُسی طرح ہوجاتا ہے۔ اِلاَّ مَاشَاءَ اللّٰہُ اس لئے کہتا ہوں کہ لفظی الہام بھی کئی دفعہ ٹل جاتا ہے تو قلبی الہام بھی بدلے ہوئے حالات میں بدل سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کو بھی یہ طاقت دی جاتی ہے کہ وہ جس بات کو کہیں کہ ہوجا وہ ہوجاتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جماعت ارادہ کرے کہ تبلیغ کرنی ہے' پھر تبلیغ ہونے لگے گی۔ ہم فیصلہ کرلیں کہ ہم مبلغ بن کر رہیں گے تو خداتعالیٰ مبلغ بننے کی توفیق دے دے گا۔ ہم پختہ ارادہ کرلیں کہ لوگوں کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کریں گے تو وہ داخل ہونے لگ جائیں گے۔ دیکھو آک کا ٹِڈّا آک کے پتوں میں رہ کر ایسا ہی رنگ اختیار کرلیتا ہے اور تیتری جن پھولوں میں اُڑتی پھرتی ہے' ان کا رنگ حاصل کرلیتی ہے۔ کیا ہم ٹِڈّوں اور تیتریوں سے بھی گئے گذرے ہیں اور ہمارا خدا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) آک اور پھولوں سے بھی گیا گذرا ہے کہ ٹِڈّا آک کے پتوں میں رہتا ہے تو ان کا رنگ قبول کرلیتا ہے تیتریاں جن پھولوں میں رہتی ہیں وہ ان کا رنگ اخذ کرلیتی ہیں لیکن خداتعالیٰ کے بندے اس کے پاس جائیں اور وہ اس کا رنگ نہ قبول کریں۔ دراصل وہ اپنے دل کی بدظنی ہی ہوتی ہے جو انسان کو ناکام و نامراد رکھتی ہے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ خداتعالیٰ نے مجھے بتایا ہے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ [۵] - جیسا بندہ ہمارے متعلق گمان کرتا

ہے ویسا ہی ہم اس سے سلوک کرتے ہیں- وہ جن کے دلوں میں اپنی ہستی کا یقین نہیں ہوتا یا خداتعالیٰ کے متعلق یقین نہیں ہوتا ان کو کچھ نہیں ملتا- لیکن جو یہ سمجھتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے ہمیں معزز بنایا ہے اور بڑی بڑی طاقتیں عطا کی ہیں اور وہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ خداتعالیٰ بڑا رحم کرنے والا اور بڑے بڑے انعام دینے والا ہے' وہ خالی نہیں رہتے اور اپنے ظرف کے مطابق اپنا حصہ لے کر رہتے ہیں- وہی خدا کے سچے بندے ہیں ان کا خدا ان سے خوش ہے اور وہ اپنے خدا سے خوش ہیں- زمینداروں کیلئے بھی چُھٹی کا وقت ہوتا ہے- انہیں سرکار کی طرف سے چُھٹی نہیں ملتی بلکہ خداتعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے- یعنی ایک موقع آتا ہے جو نہ کوئی فصل بونے کا ہوتا ہے اور نہ کاٹنے کا- اس وقت جو تھوڑا بہت کام ہو' اسے بیوی بچوں کے سپرد کرکے وہ اپنے آپ کو تبلیغ کیلئے پیش کرسکتے ہیں- ہم ان کی لیاقت کے مطابق اور ان کی طرز کا ہی کام انہیں بتادیں گے اور خداتعالیٰ کے فضل سے اس کے اعلیٰ نتائج رونما ہوں گے- مثلاً ان سے پوچھیں گے کہ تمہاری کہاں کہاں رشتہ داریاں ہیں اور کہاں کے رشتہ دار احمدی نہیں- پھر کہیں گے جاؤ ان کے ہاں مہمان ٹھہرو اور ان کو تبلیغ کرو- اس پر کچھ خرچ بھی نہ ہوگا کیونکہ رشتہ داریاں قریب قریب ہوتی ہیں- یا پھر بہت تھوڑا کرایہ خرچ ہوگا- اس طرح وہ ان کے ہاں رہیں اور انہیں تبلیغ کریں- اس عرصہ میں اگر ایک بھی بیج بویا گیا تو آگے وہ خود ترقی کرے گا- اس طرح سینکڑوں مبلغ باقاعدہ طور پر کام کرنے والے پیدا ہوسکتے ہیں- زمینداروں سمیت پانچ چھ سَو بلکہ ہزار تک مبلّغ ایک وقت میں کام کرسکتے ہیں-

دسواں مطالبہ یہ ہے کہ اپنے عہدہ یا کسی علم وغیرہ کے لحاظ سے جو لوگ کوئی پوزیشن رکھتے ہوں یعنی ڈاکٹر ہوں' وکلاء ہوں یا اور ایسے معزز کاموں پر یا ملازمتوں پر ہوں جن کو لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایسے لوگ اپنے آپ کو پیش کریں تاکہ مختلف مقامات کے جلسوں میں مبلغوں کے سوائے ان کو بھیجا جائے- مَیں نے دیکھا ہے کہ اکثر لوگوں پر یہ اثر ہوتا ہے کہ مولوی آتے ہیں تقریریں کرجاتے ہیں اور یہ ان کا پیشہ ہے- وہ لوگ ہمارے مولویوں کی قربانیوں کو نہیں دیکھتے اور انہیں اپنے مولویوں پر قیاس کرلیتے ہیں حالانکہ ان کے مولویوں اور ہمارے مولویوں میں بہت بڑا فرق ہے- ہمارے مولوی حقیقی عالم ہوتے ہیں اور ان کے مولوی محض جاہل- مگر لوگ ظاہری شکل دیکھتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ احمدی مولوی بھی عام مولویوں کی طرح ہی ہیں- لیکن تقریر کرنے والا کوئی وکیل' کوئی ڈاکٹر یا کوئی اور عہدہ دار ہو تو

لوگوں میں یہ احساس پیدا ہوگا کہ اس جماعت کے سب افراد میں خواہ وہ کسی طبقہ کے ہوں دین سے رغبت اور واقفیت پائی جاتی ہے اور خواہ ان کے منہ سے وہی باتیں نکلیں جو مولوی بیان کرتے ہیں مگر ان کا اثر بہت زیادہ ہوگا۔ ایسے طبقوں کے لوگ ہماری جماعت میں چارپانچ سَو سے کم نہیں ہوں گے مگر اس وقت دو تین کے سوا باقی دینی مضامین کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس وقت چوہدری ظفراللہ خان صاحب' قاضی محمد اسلم صاحب اور ایک دو اور نوجوان ہیں' ایک دہلی کے عبدالمجید صاحب ہیں جنہوں نے ملازمت کے دوران میں ہی مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا وہ لیکچر بھی اچھا دے سکتے ہیں' سرحد میں قاضی محمد یوسف صاحب ہیں غرض ساری جماعت میں دس بارہ سے زیادہ ایسے لوگ نہیں ہوں گے۔ باقی سمجھتے ہیں انہوں نے فراغت پالی ہے کیونکہ لیکچر دینے کیلئے مولوی تیار ہوگئے ہیں۔ اسی طرح ایک تو ان کی اپنی زبانوں کو زنگ لگ رہا ہے پھر دوسرے لوگ بھی ان سے فائدہ نہیں اُٹھاسکتے۔ مجھے یاد ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب کو لیکچر دینے کا شوق تھا اور انہوں نے اس رنگ میں خدمت کی ہے۔ کسی نے ان کے متعلق کہا وہ شُہرت چاہتے ہیں اس لئے لیکچر دیتے پھرتے ہیں۔ مَیں نے کہا اگر وہ شُہرت کیلئے ایسا کرتے ہیں تو تم خدا کیلئے کیوں اسی طرح نہیں کرتے۔ بہرحال ان کو دُھن تھی اور وہ لیکچر دینے جایا کرتے تھے۔ میں نے ان کے کئی لیکچر سُنے ہیں۔ جب وہ لیکچر دیتے ہوئے اس موقع پر آتے کہ خواہ تم حضرت مرزا صاحب کو بُرا کہو مگر میں عیسائی ہونے لگا تھا مجھے انہوں نے ہی بچایا تو اس طرح لوگوں کے دلوں میں حضرت اقدس کے متعلق اُنس پیدا ہوجاتا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قدر بھی کرتے کہ انہوں نے خواجہ صاحب کو عیسائی ہونے سے بچایا۔ میں سمجھتا ہوں اگر اچھی پوزیشن رکھنے والا ہر شخص اپنے حالات بیان کرے اور بتائے کہ اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرکے کس قدر روحانی ترقی حاصل ہوئی اور کس طرح اس کی حالت میں انقلاب آیا۔ پھر ڈاکٹر یا وکیل یا بیرسٹر ہوکر قرآن اور حدیث کے معارف بیان کرے تو سُننے والوں پر اس کا خاص اثر ہوسکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہی بیان کی جائے بلکہ ان مسائل کو بیان کرنا بھی ضروری ہے جو قبولِ احمدیت میں روک بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً فسق وفجور میں لوگوں کا مبتلاء ہونا' نمازوں سے دوری' مذہب سے بے رغبتی وغیرہ۔ ان امور کے متعلق اگر کوئی بیرسٹر یا وکیل یا جج یا ڈاکٹر لیکچر دے تو کئی لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے مولویوں کے

مونہوں سے ان کے متعلق باتیں سن کر کوئی توجہ نہ کی ہوگی مگر پھر مان لیں گے۔ اس قسم کے لوگ اگر علاوہ اس قربانی کے جس قدر چھٹی مل سکے اس میں تبلیغ کریں، اپنے نام دے دیں اور کہہ دیں کہ جہاں موقع ہو ان کو بلالیا جائے تو ان سے بہت مفید کام لیا جاسکتا ہے اور یہ کام زیادہ نہ ہوگا۔ سال میں ایک ایک دو دو لیکچر حصہ میں آئیں گے۔ یہ لوگ اگر لیکچروں کیلئے معلومات حاصل کرنے اور نوٹ لکھنے کیلئے قادیان آجائیں تو میں خود ان کو نوٹ لکھا سکتا ہوں یا دوسرے مبلّغ لکھادیا کریں گے۔ اس طرح ان کو سہارا بھی دیا جاسکتا ہے۔ شروع شروع میں خواجہ صاحب یہاں سے بہت نوٹ لکھایا کرتے تھے پھر آہستہ آہستہ ان کو مشق ہوگئی۔ جن اصحاب کے میں نے نام لئے ہیں کہ اس رنگ میں تبلیغ کرنے میں حصہ لیتے ہیں ان کیلئے بھی ابھی گنجائش ہے کہ اور زیادہ حصہ لیں۔ اس طرح بھی تبلیغ میں نئی رَو پیدا کی جاسکتی ہے۔ اگر دو تین سَو ڈاکٹر، وکیل اور بیرسٹر اور اچھے عہدیدار لیکچر دینے لگیں تو لوگوں کی طبائع میں ایک نیا رنگ پیدا ہوسکتا ہے۔ مولویوں کے لیکچر کے متعلق تو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ فلاں ان کا مولوی اور فلاں ہمارا مولوی، ان کی آپس میں لڑائی دیکھنی چاہیئے۔ لیکن جب لیکچر دینے والے ڈاکٹر، بیرسٹر، وکیل یا دوسرے معزّز پیشوں اور عہدوں کے لوگ ہوں گے تو لوگ صرف تماشہ دیکھنے نہیں بلکہ کچھ حاصل کرنے کیلئے جمع ہوں گے اور بہت سے لوگ سلسلہ کی طرف رغبت کرنے لگیں گے۔ پرانے دوستوں میں سے کام کرنے والے ایک میرحامد شاہ صاحب مرحوم بھی تھے۔ ان کو خواجہ صاحب سے بھی پہلے لیکچر دینے کا جوش تھا اور ان کے ذریعہ بڑا فائدہ پہنچا۔ وہ ایک ذمہ دار عہدہ پر لگے ہوئے تھے باوجود اس کے تبلیغ میں مصروف رہتے اور سیالکوٹ کی دیہاتی جماعت کا بڑا حصہ ان کے ذریعہ احمدی ہوا۔

گیارھواں مطالبہ یہ ہے کہ ایک دفعہ میں نے تحریک کی تھی کہ ۲۵ لاکھ سے ریزروفنڈ قائم کیا جائے اور اس طرح آمد کی ایسی صورت پیدا کی جائے کہ اس کے ساتھ ہنگامی کام کئے جاسکیں۔ اب ہمارا بجٹ ایسا ہوتا ہے کہ ہم ہنگامی کام پر کچھ خرچ نہیں کرسکتے۔ یہی دیکھو اِس وقت کتنا بڑا ہنگامہ شروع ہے مگر بعض دفعہ دس بیس روپے خرچ کرنے کیلئے بھی کام میں روک پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ سمجھاجاتا ہے کہ اس طرح بجٹ کی رقم سے زیادہ خرچ ہوجائے گا۔ حالانکہ حقیقتاً یہ ہونا چاہیئے کہ دس لاکھ کا بجٹ ہو تو اس میں سے اڑھائی لاکھ مقررہ خرچ کیلئے ہو اور باقی ہنگامی اخراجات کیلئے ہو۔ یعنی جو حملے جماعت پر ہوں ان کے دفعیہ

کیلئے خرچ کیا جائے- یا خود دوسروں پر جو حملے کئے جائیں ان میں خرچ ہو- اب تو بجٹ بنا تُلا ہوتا ہے اتنی رقم مبلغین کی تنخواہوں کی، اتنی مدرّسین کی، اتنی وظائف کی اور اتنی لنگر کی، اتنی کلرکوں اور اتنی ناظروں کی تنخواہوں کی اور بس- مگر ہنگامی خرچ ساڑھے تین لاکھ کے بجٹ میں دس ہزار یا اس سے بھی کم نکلے گا- حالانکہ اصل چیز جس سے جماعت کی ترقی ہوسکتی ہے ہنگامی کام ہی ہے- ہم سارے ملک کا سروے کریں اور دیکھیں کہ کہاں کہاں کامیابی ہوسکتی ہے اور پھر وہاں زور دے دیں- اب تو اگر کوئی موقع نکلے تو بھی اخراجات کی مشکلات کی وجہ سے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا- پچھلے دنوں بنگال کے متعلق معلوم ہوا کہ وہاں ایک پیرصاحب فوت ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے مریدوں کو کہا تھا کہ امام مہدی آگئے ہیں، ان کی تلاش کرو- ہمارے ایک دوست نے ان میں تبلیغ کی اور ان میں سے بعض نے مان لیا لیکن بعض نے کہا کہ ہم میٹنگ کرکے سب کے سب اکٹھے فیصلہ کریں گے- میں نے ایک مبلغ کو مقرر کیا کہ ان لوگوں سے جاکر ملے اور انہیں فیصلہ کرنے میں مدد دے مگر تین چار ماہ کے بعد دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مبلغ جاکر شہر میں بیٹھا ہوا ہے اور جن علاقوں میں وہ لوگ ہیں وہاں نہیں جاسکا کیونکہ دعوت و تبلیغ کا محکمہ سفر خرچ کا انتظام نہیں کرسکا اور اس طرح بیس تیس ہزار آدمی کی ہدایت کا معاملہ کھٹائی میں پڑگیا- کیونکہ اس عرصہ میں مخالفت اس علاقہ میں تیز ہوگئی اور وہ لوگ ڈرگئے- تو کئی ایسے مواقع ہوتے ہیں کہ ہنگامی خرچ کرنے سے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے یا جماعت کے اثر اور وقار میں بہت بڑا اضافہ ہوسکتا ہے- مگر اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ بندھے ہوتے ہیں کیونکہ جس قدر آمد ہوتی ہے مقررہ اخراجات پر ہی صرف ہوجاتی ہے- دراصل خلیفہ کا کام نئے سے نئے حملے کرنا اور اسلام کی اشاعت کیلئے نئے سے نئے رستے کھولنا ہے مگر اس کیلئے بجٹ ہوتا ہی نہیں سارا بجٹ انتظامی امور کیلئے یعنی صدر انجمن کیلئے ہوتا ہے- نتیجہ یہ ہے کہ سلسلہ کی ترقی افتادی ہورہی ہے اور کوئی نیا رستہ نہیں نکلتا- ہم کوئی نئی کوشش نہیں کرسکتے- اسی لئے میں نے اس وقت کہا تھا کہ دس سال کے اندر اندر ایسے تغیرات ہونے والے ہیں کہ ہندوستان کی حالت بدل جائے گی اور اب ایسا ہی ہورہا ہے- بالشوزم(BOLSHEVISM) ہندو اور مسلمانوں میں پھیل رہی ہے اور یہ دجالیت کا فتنہ کہیں احراریوں کی شکل میں، کہیں کسان سبھا کی صورت میں اور کہیں سوشلزم کے نام کے نیچے کام کررہا ہے یہ سب ایک ہی رُوسی بالشویک کی شاخیں ہیں خواہ

براہِ راست ان کے اثر کے نیچے' خواہ ان کے خیالات سے کُلّی یا جُزئی طور پر متأثر ہوکر۔ بالشوزم کی غرض مذہب کو باطل کرنا ہے۔ ان تحریکوں کا اثر بھی بِالواسطہ یا بِلاواسطہ مذہب کے خلاف پڑتا ہے۔ بظاہر ان شاخوں میں کام کرنے والے بعض افراد مذہب کی تائید کرتے ہیں مگر حقیقت میں ان کی تحریکوں کا مذہب سے تعلق نہیں بلکہ مجموعی اثرات کے خلاف ہی پڑتا ہے۔ صوبہ سرحد کے سُرخ پوشوں کو دیکھو کتنا اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جب موقع آیا تو کانگرس کے ساتھ مل گئے۔

پس ان لوگوں کا دعویٰ نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ جاکدھر رہے ہیں۔ یہ ہو ہی کس طرح سکتا ہے کہ ایک اسلام کی خیرخواہ اور اسلام کی محافظ جماعت ہو اور آریہ' عیسائی وغیرہ اس کی مدد کریں۔ یہی دیکھ لو یہاں کے آریوں نے احراریوں کو جلسہ کرنے کیلئے جگہ دی ہندو افسر احراریوں کی ہمارے خلاف مدد کرتے رہے۔ اگر ہم اسلام کو تباہ کرنے والے اور مسلمانوں کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنے والے ہیں تو چاہیئے تھا کہ غیر مسلم دَوڑ کر ہمارے پاس آتے اور کہتے ہم تمہاری مدد کرنے کیلئے آئے ہیں مگر ہوتا کیا ہے یہ کہ ہماری بجائے احراریوں کی مدد کی جاتی ہے۔ پھر اس کی کیا وجہ تھی کہ بعض افسر تنخواہ تو گورنمنٹ سے پاتے تھے مگر مدد احراریوں کی کررہے تھے۔ دراصل وہ حرام خوری کررہے تھے کہ حکومت سے تنخواہیں لیکر حکومت ہی کی جڑیں کاٹ رہے تھے اور اس کے دشمنوں کی مدد کررہے تھے۔ غرض اس قسم کی تحریکیں پیدا ہورہی ہیں جو جلد سے جلد موجودہ نظامِ دنیا میں تغیر پیدا کررہی ہیں ایسا تغیر جو اسلام کیلئے سخت مُضِرّ ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کیلئے آج سے دس سال قبل میں نے ریزروفنڈ قائم کرنے کیلئے کہا تھا تاکہ اس کی آمد سے ہم ہنگامی کام کرسکیں مگر افسوس جماعت نے اس کی اہمیت کو نہ سمجھا اور صرف ۲۰ ہزار کی رقم جمع کی۔ اس میں سے کچھ رقم صدر انجمن احمدیہ نے ایک جائداد کی خرید پر لگادی اور کچھ رقم کشمیر کے کاموں کیلئے قرض لے لی گئی اور بہت تھوڑی سی رقم باقی رہ گئی۔ یہ رقم اسقدر قلیل تھی کہ اس پر کسی ریزروفنڈ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ ہنگامی کاموں کیلئے تو بہت بڑی رقم ہونی چاہیئے جس کی معقول آمدنی ہو۔ پھر اس آمدنی میں سے ہنگامی اخراجات کرنے کے بعد جو کچھ بچے اس کو اسی فنڈ کی مضبوطی کیلئے لگادیا جائے تاکہ جب ضرورت ہو اس سے کام لیا جاسکے۔ دوستوں نے اس کے متعلق بڑے بڑے وعدے کئے۔ ایک صاحب نے کہا میرے لئے ایک لاکھ روپیہ جمع کرنا بھی مشکل نہیں مگر

افسوس وعدوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ نہ کی۔ جن صاحب نے ایک لاکھ کا وعدہ کیا تھا وہ ایک سَو بھی مہیا نہ کرسکے۔ سب سے زیادہ حصہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے لیا تھا انہوں نے دو تین ہزار کے قریب رقم دی تھی۔ باقی لوگوں نے تھوڑی تھوڑی رقم دی اور پھر خاموش ہوگئے اور پانچ چھ سال سے اس میں کوئی آمد نہیں ہوئی۔ میں اب پھر جماعت کو اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اس رقم کا جمع کرلینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میاں احمدین صاحب زرگر کشمیر فنڈ کیلئے پھرتے رہتے ہیں۔ کئی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ اپنا خرچ لیتے ہیں۔ بیشک ان کو خرچ دیا جاتا ہے کیونکہ کام کرنے والے کو خرچ کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے مگر میں نے دیکھا ہے جہاں کے متعلق مقامی لوگ کہتے ہیں کہ کچھ نہیں مل سکتا' وہاں سے بھی وہ چالیس پچاس روپے کشمیر ریلیف فنڈ میں جمع کرلیتے ہیں۔ اور پھر لوگ لکھتے ہیں کہ ان کو وصول کرنے کا ڈھنگ آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا وصول کرنے کیلئے ڈھنگ کی ضرورت ہے' یہ نہیں کہ ملتا نہیں۔ اگر ایک ہزار آدمی بھی اس بات کا تہیہ کرلے کہ ریزروفنڈ جمع کرنا ہے اور ہر ایک کی رقم دو سَو بھی رکھ لی جائے تو بہت بڑی رقم ہر سال جمع ہوسکتی ہے اور پھر اس کی آمد سے ہنگامی کام بآسانی کئے جاسکتے ہیں اور جب کوئی ہنگامی کام نہ ہو تو آمد بھی اصل رقم میں ملائی جاسکتی ہے۔ جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک ہنگامی کاموں کیلئے بہت بڑی رقم خلیفہ کے ماتحت نہ ہو کبھی ایسے کام جو سلسلہ کی وسعت اور عظمت کو قائم کریں نہیں ہوسکتے۔

بارھواں مطالبہ یہ ہے کہ جب یہ کام کئے جائیں گے تو مرکز میں کام بڑھے گا۔ کئی باہر کے لوگ جو کہتے ہیں کہ یہاں کارکنوں کو کم کام کرنا پڑتا ہے۔ ان سے میں کہا کرتا ہوں کہ خود یہاں آکر کام کرو اور جب کوئی آکر کام کرتا ہے تو پھر کہتا ہے یہاں تو بڑا کام کرنا پڑتا ہے۔ کَل ہی خانصاحب فرزند علی صاحب مجھ سے کہہ رہے تھے کہ جتنا کام نظارت امورعامہ کا کرنا پڑتا ہے میں نے اپنی ملازمت کے پندرہ (یا بیس سال کہا) آخری سالوں میں اتنا زیادہ کام نہیں کیا۔ تو کام تو یہاں ہے اور بہت بڑا کام ہے۔ میں صبح اپنے دفتر میں آکر کام شروع کرتا ہوں' رُقعے اور ڈاک اور دفتروں کے کاغذات دیکھتا ہوں' پھر ملاقات کرنے والوں سے ملاقات کرتا ہوں' اسی میں دفتر کے اوقات کے چھ سات گھنٹے صَرف ہوجاتے ہیں اور کسی کام کیلئے کوئی وقت نہیں بچتا۔ پھر لوگ امید رکھتے ہیں کہ میں سکیمیں پیش کروں' ان کی نگرانی کروں' تقاریر کروں اور تصانیف بھی کروں۔ اس میں شبہ نہیں کہ خلیفہ ایک ہی ہوسکتا ہے ناظروں کی طرح

زیادہ خلیفے نہیں ہوسکتے لیکن اگر خلیفہ کے ماتحت زیادہ کام کرنے والے ہوں تو اس تک گو معاملات پھر بھی آئیں گے لیکن وہ کام کرنے کے گُر بتائے گا اور کام دوسرے کرلیں گے۔ موجودہ حالات میں کام چل ہی نہیں سکتا جب تک زائد آدمی کام کرنے والے نہ ہوں۔ مگر بجٹ پہلے ہی پورا نہیں ہوتا تو اور آدمی کس طرح رکھے جاسکتے ہیں اس لئے میں تحریک کرتا ہوں کہ وہ بیسیوں آدمی جو پنشن لیتے ہیں اور گھروں میں بیٹھے ہیں' خدا نے ان کو موقع دیا ہے کہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں اور بڑی سرکار کا کام کریں یعنی دین کی خدمت کریں اس سے اچھی بات ان کیلئے اور کیا ہوسکتی ہے۔ بیسیوں ایسے لوگ ہیں جو پنشن لیتے ہیں اور جنہیں اپنے گھروں میں کوئی کام نہیں ہے میں ان سے کہتا ہوں کہ خدمتِ دین کیلئے اپنے آپ کو وقف کریں تا ان سکیموں کے سلسلہ میں ان سے کام لیا جائے یا جو مناسب ہوں انہیں نگرانی کا کام سپرد کیا جائے۔ ورنہ اگر نگرانی کاانتظام نہ کیا گیا تو عملی رنگ میں نتیجہ اچھا نہ نکل سکے گا۔

تیرھواں مطالبہ یہ ہے کہ باہر کے دوست اپنے بچوں کو قادیان کے ہائی سکول یا مدرسہ احمدیہ میں سے جس میں چاہیں تعلیم کیلئے بھیجیں۔ میں عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے مرکزی سکولوں میں باہر کے دوست کم بچے بھیج رہے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ باہر سکول بہت کُھل گئے ہیں۔ دوسرے پہلے باہر اتنی جماعتیں نہ تھیں جتنی اب ہیں۔ اب احمدیوں کے بچے اکٹھے ان سکولوں میں چلے جاتے ہیں اور انہیں اس قدر تکلیف نہیں ہوتی جتنی پہلے ہوتی تھی لیکن اس طرح ہماری جماعت کے بچوں کی تربیت ایسی نہیں ہوتی جیسی کہ ہم چاہتے ہیں۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ یہاں پڑھنے والے لڑکوں میں سے بعض جن کی پوری طرح اصلاح نہ ہوئی وہ بھی اِلاَّ مَاشَاءَ اللّٰہُ جب قربانی کا موقع آیا تو یکدم دین کی خدمت کی طرف لوٹے اور اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کردیا۔ یہ ان کی قادیان کی رہائش کا ہی اثر ہوتا ہے۔ ایک لڑکے کو میں نے آوارگی کی وجہ سے قادیان سے کئی بار نکلوایا لیکن جب وہ اپنے وطن میں گیا اور اس علاقہ کے لوگ جب آئیں تو یہی کہیں کہ وہ خدمتِ دین کے جوش اور شوق کی وجہ سے ہمارے لئے نمونہ ہے۔ اسے سِل کی بیماری ہوگئی تھی حتّٰی کہ اسے خون آنے لگ گیا مگر باوجود ایسی حالت کے تبلیغ میں سرگرمی سے مصروف رہتا اور لوگ کہتے اس کا نمونہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہے۔

غرض قادیان میں پرورش پانے والے بچوں میں ایسا بیج بویا جاتا ہے اور سلسلہ کی محبت ان کے دلوں میں ایسی جاگزیں ہوجاتی ہے کہ خواہ ان میں سے کسی کی حالت کیسی ہی ہو جب دین کی خدمت کیلئے آواز اُٹھتی ہے تو ان کے اندر سے لبیک کی سُر پیدا ہوجاتی ہے۔ اِلَّامَاشَاءَاللّٰہُ - لیکن اِس وقت میں ایک خاص مقصد سے یہ تحریک کررہا ہوں۔ ایسے لوگ اپنے بچوں کو پیش کریں جو اس بات کا اختیار دیں کہ ان بچوں کو ایک خاص رنگ اور خاص طرز میں رکھا جائے اور دینی تربیت پر زور دینے کیلئے ہم جس رنگ میں ان کو رکھنا چاہیں رکھ سکیں۔ اس کے ماتحت جو دوست اپنے لڑکے پیش کرنا چاہیں کریں ان کے متعلق میں ناظر صاحب تعلیم و تربیت سے کہوں گا کہ انہیں تہجد پڑھانے کا خاص انتظام کریں۔ قرآن کریم کے درس اور مذہبی تربیت کا پورا انتظام کیا جائے اور ان پر ایسا گہرا اثر ڈالا جائے کہ اگر ان کی ظاہری تعلیم کو نقصان بھی پہنچ جائے تو اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ان کی ظاہری تعلیم کو ضرور نقصان پہنچے اور نہ بظاہر اس کا امکان ہے لیکن دینی ضرورت پر زور دینے کی غرض سے میں کہتا ہوں کہ اگر ان کی دینی تعلیم و تربیت پر وقت خرچ کرنے کی وجہ سے نقصان پہنچ بھی جائے تو اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ اس طرح ان کیلئے ایک ایسا ماحول پیدا کیا جائے جو اُن میں نئی زندگی کی روح پیدا کرنے والا ہو۔

چودھواں مطالبہ یہ ہے کہ بعض صاحبِ حیثیت لوگ ہیں جو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتے ہیں' ان سے میں کہوں گا کہ بجائے اس کے کہ بچوں کے منشاء اور خواہش کے مطابق ان کے متعلق فیصلہ کریں یا خود یا اپنے دوستوں کے مشورہ سے فیصلہ کریں وہ اپنے لڑکوں کے مستقبل کو سلسلہ کیلئے پیش کردیں۔ اس کیلئے ایک کمیٹی بنادی جائے گی اس کے سپرد ایسے لڑکوں کے مستقبل کا فیصلہ کردیا جائے۔ وہ کمیٹی ہر ایک لڑکے کے متعلق جو فیصلہ کرے اس کی پابندی کی جائے۔ اب یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک لڑکا آئی-سی-ایس کی تیاری کرتا ہے تو سب اسی طرف چلے جاتے ہیں اگر وہ سارے کے سارے پاس بھی ہوجائیں تو اتنی جگہیں کہاں سے نکل سکتی ہیں جو سب کو مل جائیں۔ لیکن اگر لڑکوں کو علیحدہ علیحدہ کاموں کیلئے منتخب کیا جائے اور ان کیلئے تیاری کرائی جائے تو پھر انہیں ملازمتیں حاصل کرنے میں بھی کامیابی ہوسکتی ہے اور سلسلہ کی ضرورتیں بھی پوری ہوسکتی ہیں۔

موجودہ حالات میں جو احمدی اعلیٰ عہدوں کی تلاش کرتے ہیں وہ کسی نظام کے ماتحت

نہیں کرتے- اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بعض صیغوں میں احمدی زیادہ ہوگئے ہیں اور بعض بالکل خالی ہیں- پس میں چاہتا ہوں کہ اعلیٰ تعلیم ایک نظام کے ماتحت ہو اور اس کیلئے ایک ایسی کمیٹی مقرر کردی جائے کہ جو لوگ اعلیٰ تعلیم دلانا چاہیں وہ لڑکوں کے نام اس کمیٹی کے سامنے پیش کردیں- پھر وہ کمیٹی لڑکوں کی حیثیت' ان کی قابلیت اور ان کے رجحان کو دیکھ کر فیصلہ کرے کہ فلاں کو پولیس کے محکمہ کیلئے تیار کیا جائے' فلاں کو انجینئرنگ کی تعلیم دلائی جائے' فلاں کو بجلی کے محکمہ میں کام سیکھنے کیلئے بھیجا جائے' فلاں ڈاکٹری میں جائے' فلاں ریلوے میں جائے وغیرہ وغیرہ- یعنی ان کیلئے الگ الگ کام مقرر کریں تاکہ کوئی صیغہ ایسا نہ رہے جس میں احمدیوں کو کافی دخل نہ ہوجائے- اب صرف تین یا چار صیغوں میں احمدیوں کا دخل ہے اور باقی خالی پڑے ہیں- میں سمجھتا ہوں اس بارے میں معمولی سا نظام قائم کرنے سے سلسلہ کو بہت بڑی طاقت حاصل ہوسکتی ہے اور وہ لڑکے جن کی زندگیاں ضائع ہوجاتی ہیں بچ سکتے ہیں- اور کئی نوجوان جو اچھے اور اعلیٰ درجہ کے کام نہیں کررہے' کرنے لگ جائیں گے اور کئی محکموں میں ترقی کرنے کا رستہ نکل آئے گا- اگر ایسے سَو آدمی بھی اپنے لڑکوں کو پیش کردیں اور کمیٹی ان لڑکوں کے متعلق فیصلہ کرے تو اس کا نتیجہ بہت اچھا نکل سکتا ہے- دوسرے صوبوں میں یہ کمیٹی اپنی ماتحت انجمنیں قائم کرے جو اپنے رسوخ اور کوشش سے نوجوانوں کو کامیاب بنائیں- اس کام کیلئے جو کمیٹی مَیں نے مقرر کی ہے اور جس کا کام ہوگا کہ اس بارے میں تحریک بھی کرے اور اس کام کو جاری کرے اس کے فی الحال تین ممبر ہوں گے- جن کے نام یہ ہیں- (۱) چوہدری ظفراللہ خانصاحب (۲) خانصاحب فرزند علی صاحب (۳) میاں بشیر احمد صاحب- یہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں اور کام کو جاری کرنے کی ممکن تدابیر عمل میں لائیں-

پندرھواں مطالبہ جو جماعت سے بلکہ نوجوانانِ جماعت سے ہے یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے بہت سے نوجوان بیکار ہیں- میں ایک مثال دے چکا ہوں کہ ایک نوجوان اسی قسم کی تحریک پر ولایت چلے گئے اور وہاں سے کام سیکھ کر آگئے- اب وہ انگلش ویئرہاؤس لاہور میں اچھی تنخواہ پر ملازم ہیں- وہ جب گئے تو جہاز پر کوئلہ ڈالنے والوں میں بھرتی ہوگئے- ولایت جا کرانہوں نے کٹر (Cutter) کا کام سیکھا اور اب اچھی ملازمت کررہے ہیں- وہ نوجوان جو گھروں میں بیکار بیٹھے روٹیاں توڑتے ہیں اور ماں باپ کو مقروض بنا رہے ہیں' انہیں چاہیئے کہ اپنے وطن چھوڑیں اور نکل جائیں- جہاں تک دوسرے ممالک کا تعلق ہے اگر وہ اپنے لئے صحیح انتخاب

کرلیں تو ننانوے فیصدی کامیابی کی امید ہے۔ کوئی امریکہ چلاجائے' کوئی جرمنی چلا جائے' کوئی فرانس چلا جائے' کوئی انگلستان چلا جائے' کوئی اٹلی چلا جائے' کوئی افریقہ چلا جائے غرض کہیں نہ کہیں چلا جائے اور جاکر قسمت آزمائی کرے۔ وہ کیوں گھروں میں بیکار پڑے ہیں باہر نکلیں اور کمائیں پھر خود بھی فائدہ اُٹھائیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ جو زیادہ دور نہ جانا چاہیں وہ ہندوستان میں ہی اپنی جگہ بدل لیں مگر میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بعض نوجوان ماں باپ کو اطلاع دیئے بغیر گھروں سے بھاگ جاتے ہیں یہ بہت بُری بات ہے۔ جو جانا چاہیں اطلاع دے کر جائیں اور اپنی خیروعافیت کی اطلاع دیتے رہیں۔ مدراس کے بمبئی کے علاقہ میں چلے جائیں' بمبئی کے بہار میں' پنجاب کے بنگال میں' غرض کسی نہ کسی دوسرے علاقہ میں چلے جائیں۔ رنگون' کلکتہ' بمبئی وغیرہ شہروں میں پھیری سے ہی وہ کچھ نہ کچھ کماسکتے ہیں اور ماں باپ کو مقروض ہونے سے بچاسکتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ناکامی ہو تو کیا ناکامی اپنے وطن میں رہنے والوں کو نہیں ہوتی پھر کیا وجہ ہے کہ وہ باہر نکل کر جدوجہد نہ کریں اور سلسلہ کیلئے مفید وجود نہ بنیں اور بیکار گھروں میں پڑے رہیں۔

سولھواں مطالبہ یہ ہے کہ جماعت کے دوست اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ اکثر لوگ اپنے ہاتھ سے کام کرنا ذلّت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ذلت نہیں بلکہ عزت کی بات ہے۔ ذلّت کے معنی تو یہ ہوئے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض کام ذلت کا موجب ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہمارا کیا حق ہے کہ اپنے کسی بھائی سے کہیں کہ وہ فلاں کام کرے جسے ہم کرنا ذلّت سمجھتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے کام کرنا چاہیئے۔ امراء تو اپنے گھروں میں کوئی چیز اِدھر سے اُٹھا کر اُدھر رکھنا بھی عار سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میں نے بیسیوں دفعہ برتن مانجتے اور دھوتے دیکھا ہے اور میں نے خود بیسیوں دفعہ برتن مانجے اور دھوئے ہیں اور کئی دفعہ رومال وغیرہ کی قسم کے کپڑے بھی دھوئے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ایک ملازم کو پاؤں دبانے کیلئے بلایا۔ وہ مجھے دبارہا تھا کہ کھانے کا وقت ہوگیا۔ لڑکا کھانے کا پوچھنے آیا تو میں نے کہا دو آدمیوں کا کھانا لے آؤ۔ کھانا آنے پر میں نے اُس ملازم کو ساتھ بٹھالیا۔ لڑکا یہ دیکھ کر دوڑا دوڑا گھر میں گیا اور جاکر قہقہہ مار کر کہنے لگا حضرت صاحب فلاں ملازم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھارہے ہیں۔ اسلامی طریق یہی ہے اور میں سفر میں یہی طریق رکھتا ہوں کہ ساتھ والے آدمیوں کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھالیتا ہوں۔

میں نے دیکھا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاول میں بعض بعض خوبیاں نہایت نمایاں تھیں۔ حضرت خلیفہ اول اِسی مسجد میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے مجھے یاد ہے میں چھوٹا سا تھا سات آٹھ سال کی عمر ہوگی ہم باہر کھیل رہے تھے کہ کوئی ہمارے گھر سے نکل کر کسی کو آواز دے رہا تھا کہ فلانے مینہ آگیا ہے اوپلے بھیگ جائیں گے جلدی آؤ اور ان کو اندر ڈالو۔ حضرت خلیفہ اول درس دے کر اُدھر سے جا رہے تھے انہوں نے اُس آدمی سے کہا کیا شور مچا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ کوئی آدمی نہیں ملتا جو اوپلے اندر ڈالے آپ نے فرمایا تم مجھے آدمی نہیں سمجھتے۔ یہ کہہ کر آپ نے ٹوکری لے لی اور اُس میں اوپلے ڈال کر اندر لے گئے۔ آپ کے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی شامل ہوگئے اور جھٹ پٹ اوپلے اندر ڈال دیئے گئے۔ اِسی طرح اِس مسجد کا ایک حصہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے بنوایا تھا۔ ایک کام مَیں نے بھی اِسی قسم کا کیا تھا مگر اس پر بہت عرصہ گذر گیا ہے۔ میں نے اپنی جماعت کے لوگوں کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کیلئے کئی بار کہا ہے مگر توجہ نہیں کرتے کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں اور یہ احساس مٹادیں کہ فلاں آقا ہے اور فلاں مزدور۔ اگر ہم اس لئے آقا بنتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے بنایا ہے تو یہ بھی ظاہر کرنا چاہیئے کہ ہمارا حق نہیں کہ ہم آقا بنیں اور جب کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسے آقا بننے کا حق ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔ کئی لوگ ترقی کرنے سے اس لئے محروم رہ جاتے ہیں کہ اگر ہم نے فلاں کام کیا اور نہ کرسکے تو لوگ کیا کہیں گے۔ بعض مبلّغ خود چوہدری بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور دوسروں کو مباحثہ میں آگے کردیتے ہیں تاکہ وہ ہار نہ جائیں۔ مجھے یہ سن کر افسوس ہوا کہ ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے کہا ہمارے پاس اب صرف دو مبلّغ مناظرے کرنے والے ہیں مگر اس کی ذمہ داری ناظر صاحب پر ہی عائد ہوتی ہے۔ انہیں دو مبلّغ ہوشیار نظر آئے انہی کو انہوں نے مناظروں کیلئے رکھ لیا حالانکہ انہیں چاہیئے تھا کہ سب سے یہ کام لیتے اور اس طرح زیادہ مبلّغ مباحثات کرنے والے پیدا ہوجاتے کیونکہ کام کرنے سے کام کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگ دراصل کام کرنے سے جی چُراتے ہیں مگر ظاہر یہ کرتے ہیں کہ وہ اس کام کے کرنے میں اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ میں ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنے کا جو مطالبہ کررہا ہوں اس کیلئے پہلے قادیان والوں کو لیتا ہوں۔ یہاں کے احمدی محلوں میں جو اونچے نیچے گڑھے پائے جاتے ہیں، گلیاں صاف نہیں، نالیاں گندی رہتی ہیں بلکہ بعض جگہ نالیاں موجود ہی نہیں، ان کا انتظام کریں۔ وہ جو اوورسیئر

ہیں وہ سروے کریں اور جہاں جہاں گندہ پانی جمع رہتا ہے اور جو اردگرد بسنے والے دس بیس کو بیمار کرنے کا موجب بنتا ہے' اسے نکالنے کی کوشش کریں اور ایک ایک دن مقرر کرکے سب مل کر محلوں کو درست کرلیں۔ اسی طرح جب کوئی سلسلہ کا کام ہو۔ مثلاً لنگرخانہ یا مہمان خانہ کی کوئی اصلاح مطلوب ہو تو بجائے مزدور لگانے کے خود لگیں اور اپنے ہاتھ سے کام کرکے ثواب حاصل کریں۔ ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جب قرآن پڑھتے تو حروف پر انگلی بھی پھیرتے جاتے کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے قرآن کے حروف آنکھ سے دیکھتا ہوں اور زبان سے پڑھتا ہوں اور انگلی کو بھی ثواب میں شریک کرنے کیلئے پھیرتا جاتا ہوں۔

پس جتنے عضو بھی ثواب کے کام میں شریک ہوسکیں اتنا ہی اچھا ہے اور اس کے علاوہ مشقّت کی عادت ہوگی۔ اب اگر کسی کو ہاتھ سے کام کرنے کیلئے کہو اور وہ کام کرنا شروع بھی کردے تو کھسیانہ ہوکر مسکراتا جائے گا لیکن اگر سب کو اسی طرح کام کرنے کی عادت ہو تو پھر کوئی عار نہ سمجھے گا۔ یہ تحریک میں قادیان سے پہلے شروع کرنا چاہتا ہوں اور باہر گاؤں کی احمدیہ جماعتوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اپنی مساجد کی صفائی اور لپائی وغیرہ خود کیا کریں اور اس طرح ثابت کریں کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا وہ عار نہیں سمجھتے۔ شغل کے طور پر لوہار' نجّار اور معمار کے کام بھی مفید ہیں۔ رسول کریم ﷺ اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خندق کھودتے ہوئے آپ نے پتھر توڑے اور مٹی ڈھوئی۔ صحابہ کے متعلق آتا ہے کہ اُس وقت رسول کریم ﷺ کو جو پسینہ آیا بعض نے برکت کیلئے اسے پونچھ لیا[۱۶]۔ یہ تربیت' ثواب اور رُعب کے لحاظ سے بھی بہت مفید چیز ہے۔ جو لوگ یہ دیکھیں گے کہ ان کے بڑے بڑے بھی مٹی ڈھونا اور مشقّت کے کام کرنا عار نہیں سمجھتے' ان پر خاص اثر ہوگا۔ بدر کے موقع پر جب کفار نے ایک شخص کو مسلمانوں کی جمعیت دیکھنے کیلئے بھیجا تو اس نے آکر کہا آدمی تو تھوڑے ہی ہیں لیکن موت نظر آتے ہیں[۱۷]۔ وہ یا خود مرجائیں گے یا ہمیں مارڈالیں گے۔ اسی وجہ سے انہوں نے لڑائی سے باز رہنے کی کوشش کی جس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی مخالفین جب یہ دیکھیں گے کہ یہ ہر کام کرنے کیلئے تیار ہیں اور کسی کام کے کرنے میں عار نہیں سمجھتے تو سمجھیں گے کہ ان پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں۔

سترھواں مطالبہ یہ ہے کہ جو لوگ بیکار ہیں وہ بیکار نہ رہیں۔ اگر وہ اپنے وطنوں سے باہر نہیں جاتے تو چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی انہیں مل سکے وہ کرلیں۔ اخباریں اور کتابیں ہی

بیچنے لگ جائیں' ریزروفنڈ کیلئے روپیہ جمع کرنے کا کام شروع کردیں غرض کوئی شخص بیکار نہ رہے- خواہ اسے مہینہ میں دو روپے کی ہی آمدنی ہو کیونکہ دو بہرحال صفر سے زیادہ ہیں- بعض بی-اے کہتے ہیں کہ ہم بیکار ہیں ہمیں کوئی کام نہیں ملتا میں انہیں کہتا ہوں دو روپے بھی اگر وہ کماسکیں تو کمائیں- میں نے جس قدر حساب پڑھا ہے اس سے مجھے یہی معلوم ہوا ہے کہ دو روپے صفر سے زیادہ ہوتے ہیں- غرض کوئی احمدی نکمّا نہ رہے اسے ضرور کوئی نہ کوئی کام کرنا چاہیئے-

اٹھارھواں مطالبہ باہر کے دوستوں سے میں یہ کرتاہوں کہ قادیان میں مکان بنانے کی کوشش کریں- اس وقت تک خداتعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں لوگ مکان بناچکے ہیں مگر ابھی بہت گنجائش ہے- جوں جوں قادیان میں احمدیوں کی آبادی بڑھے گی ہمارا مرکز ترقی کرے گا اور غیرعنصر کم ہوتا جائے گا- غیرعنصر کو کم کرنے کے دو ہی طریق ہیں- یا تو یہ کہ وہ یہاں سے چلا جائے اور یہ ہمارے اختیار میں نہیں- یا یہ کہ ہماری آبادی بڑھنے سے ان کی آبادی کی نسبت کم ہوجائے اور یہ ہمارے اختیار کی بات ہے- جب ہم اپنے آپ کو بڑھاتے جائیں گے تو غیرعنصر خودبخود کم ہوتا جائے گا ہاں یاد رکھو کہ قادیان کو خداتعالیٰ نے سلسلہ احمدیہ کا مرکز قرار دیا ہے- اس لئے اس کی آبادی اُنہیں لائنوں پر چلنی چاہیئے جو سلسلہ کیلئے مفید ثابت ہوں- اس موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میری تاکید ہے کہ قادیان' بھینی اور ننگل کے سوا سرِدست اور کسی گاؤں سے آبادی کیلئے زمین نہ خریدی جائے- ابھی ہمارے بڑھنے کیلئے بھینی اور ننگل کی طرف کافی گنجائش ہے- ننگل کے لوگ خوشحال ہیں اور زمین فروخت نہیں کرتے ان کی اس حالت کو دیکھ کر ہمیں خوشی ہوتی ہے- بھینی والے اپنی زمین بیچتے رہتے ہیں مگر اس لئے نہیں کہ وہ اپنی زمین زیادہ قیمت پر بیچ کر اور جائداد پیدا کرتے ہیں بلکہ غربت کی وجہ سے بیچتے ہیں اس بات کا ہمیں افسوس ہے- کاش! وہ پہلی زمینیں فروخت کرکے فروخت کردہ زمین سے زیادہ زمین دوسرے گاؤں میں خریدتے تو ہمارے لئے دوہری خوشی کا موجب ہوتا- یہ مطالبات ہیں جو میں جماعت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں- ان میں سے ہر ایک لمبے غور اور فکر کے بعد تجویز کیا گیا ہے اور ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو سلسلہ کی ترقی میں مُمِدّ نہ ہو- ان میں سے ہر ایک بیج ہے ایسا بیج جو بڑی ترقی پانے والا اور بہت بڑا درخت بننے والا اور دشمنوں کو زیر کرنے والا ہے- ان میں سے کوئی ایک چیز بھی نظرانداز

کرنے والی نہیں اور ایک بھی ایسی نہیں کہ اس کے بغیر ہماری ترقی کی عمارت مکمل ہوسکے۔ پس میں اپنی جماعت کے لوگوں سے کہتا ہوں کہ جس جس سے ہوسکے ان میں حصہ لے اور اس طرح سلسلہ کی ترقی کے وقت کو قریب لانے اور خداتعالیٰ سے اجر حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

انیسواں مطالبہ - دعا- ایک اور چیز باقی رہ گئی ہے جو سب کے متعلق ہے گو غرباء اس میں زیادہ حصہ لے سکتے ہیں- دنیاوی سامان خواہ کس قدر کئے جائیں آخر دنیاوی سامان ہی ہیں اور ہماری ترقی کا انحصار ان پر نہیں بلکہ ہماری ترقی خدائی سامان کے ذریعہ ہوگی اور یہ خانہ اگرچہ سب سے اہم ہے مگر اسے میں نے آخر میں رکھا ہے اور وہ دعا کا خانہ ہے- وہ لوگ جو ان مطالبات میں شریک نہ ہوسکیں اور ان کے مطابق کام نہ کرسکیں وہ خاص طور پر دعا کریں کہ جو لوگ کام کرسکتے ہیں خداتعالیٰ انہیں کام کرنے کی توفیق دے اور ان کے کاموں میں برکت ڈالے- ہماری فتح ظاہری سامانوں سے نہیں بلکہ باطنی سامانوں سے ہوگی- اگر ہمارے دلوں میں حقیقی ایمان پیدا ہوجائے اور اگر ہم صرف خدا کے ہوجائیں تو ساری دنیا کو فتح کرلینا ہمارے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر چالیس مومن بھی کھڑے ہوجائیں تو ساری دنیا کو فتح کرسکتے ہیں[۱۸] - وہ لوگ جو کچھ نہیں کرسکتے وہ یہی دعا کرتے رہیں کہ خداتعالیٰ چالیس مومن پیدا کردے- ایسے چالیس مومن جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا کو فتح کرسکتے ہیں- پس وہ لولے' لنگڑے اور اپاہج جو دوسروں کے کھلانے سے کھاتے ہیں' جو دوسروں کی امداد سے پیشاب اور پاخانہ کرتے ہیں اور وہ بیمار اور مریض جو چارپائیوں پر پڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش! ہمیں بھی طاقت ہوتی اور ہمیں بھی صحت ہوتی تو ہم بھی اس وقت دین کی خدمت کرتے ان سے میں کہتا ہوں کہ ان کیلئے بھی خداتعالیٰ نے دین کی خدمت کا موقع پیدا کردیا ہے وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خداتعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور چارپائیوں پر پڑے پڑے خداتعالیٰ کا عرش ہلائیں تاکہ کامیابی اور فتح مندی آئے- پھر وہ جو اَن پڑھ ہیں اور نہ صرف اَن پڑھ ہیں بلکہ کُندذہن ہیں اور اپنی اپنی جگہ کُڑھ رہے ہیں کہ کاش! ہم بھی عالم ہوتے کاش! ہمارا بھی ذہن رسا ہوتا اور ہم بھی تبلیغ دین کے لئے نکلتے ان سے میں کہتا ہوں کہ ان کا بھی خدا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبارت آرائیوں کو نہیں دیکھتا' اعلیٰ تقریروں کو نہیں دیکھتا بلکہ دل کو دیکھتا ہے وہ اپنے سیدھے

سادھے طریق سے دعا کریں' خداتعالیٰ ان کی دعا سنے گا اور ان کی مدد کرے گا۔

رسول کریم ﷺ کے ایک مخلص صحابی بلال ؓ حبشی تھے جن کے نام سے تمام امتِ اسلامیہ واقف ہے وہ اذان دیا کرتے تھے۔ چونکہ عرب نہ تھے اس لئے عربی کے بعض حروف ادا نہ کرسکتے تھے۔ "اَشْهَدُ" کی بجائے "اَسْهَدُ" کہا کرتے تھے اور لوگ ان کی اذان پر ہنستے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ لوگوں کو ہنستے سنا تو باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ بلال کی آواز تو اللہ تعالیٰ کو بھی پیاری ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتا تھا کہ وہ "ش" ادا نہیں کرسکتے۔ بلکہ وہ یہ دیکھتا تھا کہ یہ میرا وہ بندہ ہے جسے سخت دھوپ میں گرم ریت پر لٹایا گیا مگر اس نے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ [۱۹] کہنا نہ چھوڑا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک دفعہ ایک عالم آیا آپ نے بات کرتے وقت معمولی طور پر ق کا حرف ادا کرتے ہوئے قرآن کہا تو وہ کہنے لگا مسیح موعود بنے پھرتے ہیں اور قرآن کہنا بھی نہیں آتا۔ اُن دنوں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید آئے ہوئے تھے اُن کا ہاتھ اس شخص کے منہ کی طرف اُٹھنے ہی لگا تھا کہ آپ نے انہیں روک دیا اور پھر جب تک اس شخص سے گفتگو کرتے رہے صاحبزادہ صاحب کا ایک ہاتھ آپ نے پکڑے رکھا اور دوسرا حضرت مولوی عبدالکریم کو پکڑے رکھنے کا ارشاد فرمایا اور وہ اِس دوران غصہ سے لرزتے رہے لیکن وہ نادان کیا جانتا تھا کہ خداتعالیٰ کو آپ کا سیدھا سادہ قرآن کہنا ہی پسند تھا۔

پس کوئی یہ مت سمجھے کہ اسے عبارت آرائی نہیں آتی کیونکہ خداتعالیٰ الفاظ کو نہیں دیکھتا۔ اگر اعلیٰ درجہ کے الفاظ میں اس سے التجا کی جائے تو اسے بھی سنتا ہے اور اگر ٹُوٹے پھُوٹے الفاظ میں اس کے درِاجابت کو کھٹکھٹایا جائے تو بھی کھولتا ہے اور پکارنے والے کی دعا سنتا ہے۔ پس وہ لوگ جو معذوری اور مجبوری کی وجہ سے کسی مطالبہ کو پورا کرنے میں بھی حصہ نہیں لے سکتے میں نے یہ ایسی تجویز بتائی ہے کہ اس میں وہ سب شریک ہوسکتے ہیں اور یہ سب سے اعلیٰ' سب سے اہم اور سب سے ضروری تجویز ہے۔ وہ جو چارپائیوں پر پڑے ہوئے اپاہج ہیں' وہ جنہیں بات کرنے کا شعور نہیں' وہ جن کے ذہن رسا نہیں' وہ جو بیمار اور کمزور ہیں' وہ جو قید میں پڑے ہیں' وہ جو مصائب و تکالیف اور مشکلات میں گرفتار ہیں' وہ سب جو یہ کام کرنا چاہتے ہیں مگر کر نہیں سکتے' وہ اس تجویز پر عمل کریں اس طرح وہ کام کرنے والوں سے ثواب حاصل کرنے میں پیچھے نہ رہیں گے کیونکہ وہ خداتعالیٰ سے کہہ سکتے

ہیں ہمارے پاس دل ہی تھا' وہ ہم نے پیش کردیا اور خداتعالیٰ ضرور ان کے دل کی قدر کرے گا اور انہیں ایسا ہی اجر دے گا جیسا کام کرنے والوں کو دے گا۔ رسول کریم ﷺ ایک دفعہ ایک جنگ کیلئے جارہے تھے۔ آپ نے صحابہ کو دیکھا کہ بہت سخت تکلیفیں اٹھارہے ہیں' بھوکے پیاسے ہیں' جنگل کاٹ کاٹ کر رستہ بنارہے ہیں اور اس سخت تشویش اور تکلیف کو دین کی خاطر برداشت کرکے فخر محسوس کررہے ہیں کہ ہم کو دین کی بہت بڑی خدمت کی توفیق ملی رسول کریم ﷺ نے ان کی اس حالت کو محسوس کرکے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ہیں جو تمہارے جیسا ثواب حاصل کررہے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یَارَسُوْلَ اللہ! یہ کس طرح ممکن ہے کہ قربانیاں تو ہم کریں' جانیں دینے کیلئے ہم نکلیں' تکلیفیں ہم اٹھائیں' مصیبتیں ہم جھیلیں اور ثواب ان کو بھی ہمارے برابر ملے جو گھروں میں بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ اپاہج اور وہ لولے لنگڑے جن کے دل بِریاں ہیں اور جو رورہے ہیں کہ ہمیں توفیق حاصل نہیں ورنہ ہم بھی اس جنگ میں شریک ہوتے کیا خداتعالیٰ ان کو ثواب نہ دے گا؟[۷] -

پس ایسے لوگ جو مجبور اور معذور ہیں۔ خداتعالیٰ کے سامنے نہ کہ اپنے جھوٹے نفس کے سامنے' ان کے پاس سب سے کاری حربہ ہے وہ اسے چلائیں اس طرح وہ خود بھی ثواب کے مستحق ہوں گے اور جماعت بھی ترقی کرتی جائے گی۔ یہ وہ ۱۹ تجاویز ہیں جو میں نے جماعت کے سامنے پیش کی ہیں۔ امید ہے کہ جلد سے جلد ان کو عمل میں لایا جائے گا اور وہ جو دین کیلئے ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار ہیں آگے بڑھیں گے۔ روپیہ کے متعلق جو تحریک کی گئی ہے اور جو ابھی قادیان میں لوگوں کو پہنچی ہے اس میں اِس وقت تک ۶ سَو روپیہ نقد اور ۷-۸ سَو کے وعدے ہوچکے ہیں اور مجھے جو خبریں ملی ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے کہہ سکتا ہوں کہ اگر محلوں کی کمیٹیاں صحیح طور پر کوشش کریں تو قادیان سے ہی دو تین ہزار روپیہ جمع ہوسکتا ہے۔ باہر کی جماعتوں کے متعلق مہینہ ڈیڑھ مہینہ تک اندازہ لگایا جاسکے گا۔ میں نے جو سکیم تجویز کی ہے اس کا فوراً پیش کرنے والا حصہ آج کے خطبہ سے مکمل ہوچکا ہے لیکن بعض زائد خیالات کا اظہار میں اگلے جمعہ کے خطبہ میں کروں گا۔ جماعت کے لوگ ان مطالبات میں سے جس جس کو پورا کرسکتے ہیں' اس کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ مگریاد رکھیں یہ جو کچھ ہے پہلا قدم ہے۔ جس طریق سے الٰہی سلسلے ترقی کرتے ہیں' اس کے مقابلہ میں یہ بالکل حقیر ہے۔ جس طرح سپاہی کو مشق کرانے کیلئے اس کے کندھے پر بندوق رکھی جاتی ہے

اور اسے مشق کرائی جاتی ہے اسی قسم کی یہ مشق ہے ورنہ وہ قربانیاں جو ترقی کیلئے ضروری ہیں وہ آگے آنے والی ہیں- قادیان والوں پر سب سے زیادہ ذمہ داریاں ہیں کیونکہ وہ مرکز میں اور نبی کی تخت گاہ میں رہتے ہیں وہ کوشش کرکے ایک دوسرے سے آگے بڑھیں-

(الفضل ۹- دسمبر ۱۹۳۴ء)

۱؎ مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب الذکر بعدالصلوٰۃ و بیان صفتہٖ

۲؎ الحدید: ۱۴

۳؎ مسلم کتاب الایمان باب اطعام المملوك مما یأکل و الباسه مما یلبسُ

۴؎ البقرۃ: ۲۸۷

۵؎ بخاری کتاب الجنائز باب اذالم یجد کفنًا اِلا مایواری رأسه اَو قدمیه غطی بهٖ رأسه

۶؎ مسلم کتاب العلم باب من سن سنةً حسنة أوسیئة ومن دعی الٰی هدی

۷؎ طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۶ دار صادر بیروت

۸؎ یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۶

۹؎ بخاری کتاب المغازی باب فضل من شهد بدراً

۱۰؎ لوقا باب ۹ آیت ۳ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور ۱۹۰۸ء (مفهوماً)

۱۱، ۱۲؎ بخاری کتاب الادب باب اکرام الضیف و خدمتهٗ ایاه بنفسهٖ

۱۳؎ بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل فاتحة الکتاب

۱۴؎

۱۵؎ بخاری کتاب التوحید باب قول اللّٰہ تعالٰی وَ یُحَذِّرُ کُمُ اللّٰہُ نَفْسَهٗ

۱۶؎ سیرت ابن ھشام الجزء الثانی صفحہ ۲۷۴ حالات غزوہ بدر

۱۷؎ طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۶ دار صادر بیروت

۱۸؎ ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۴۲

۱۹؎

۲۰؎ بخاری کتاب المغازی باب نزول النبی الحجر